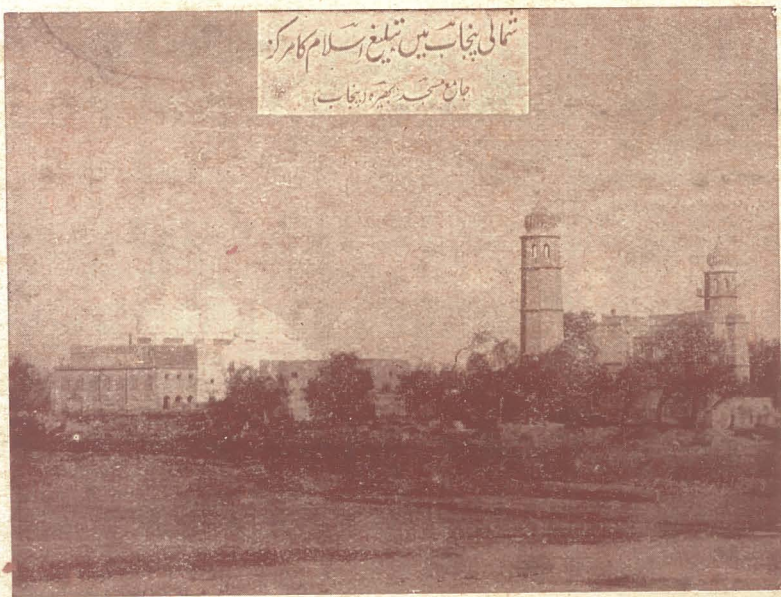


شمس الاسلام

ماہنامہ



شمالی پنجاب میں تبلیغ اسلام کا مرکز
جامع مسجد سیدہ زینب

تحت ادارہ

حضرت مولانا طہور احمد صاحب بگوی

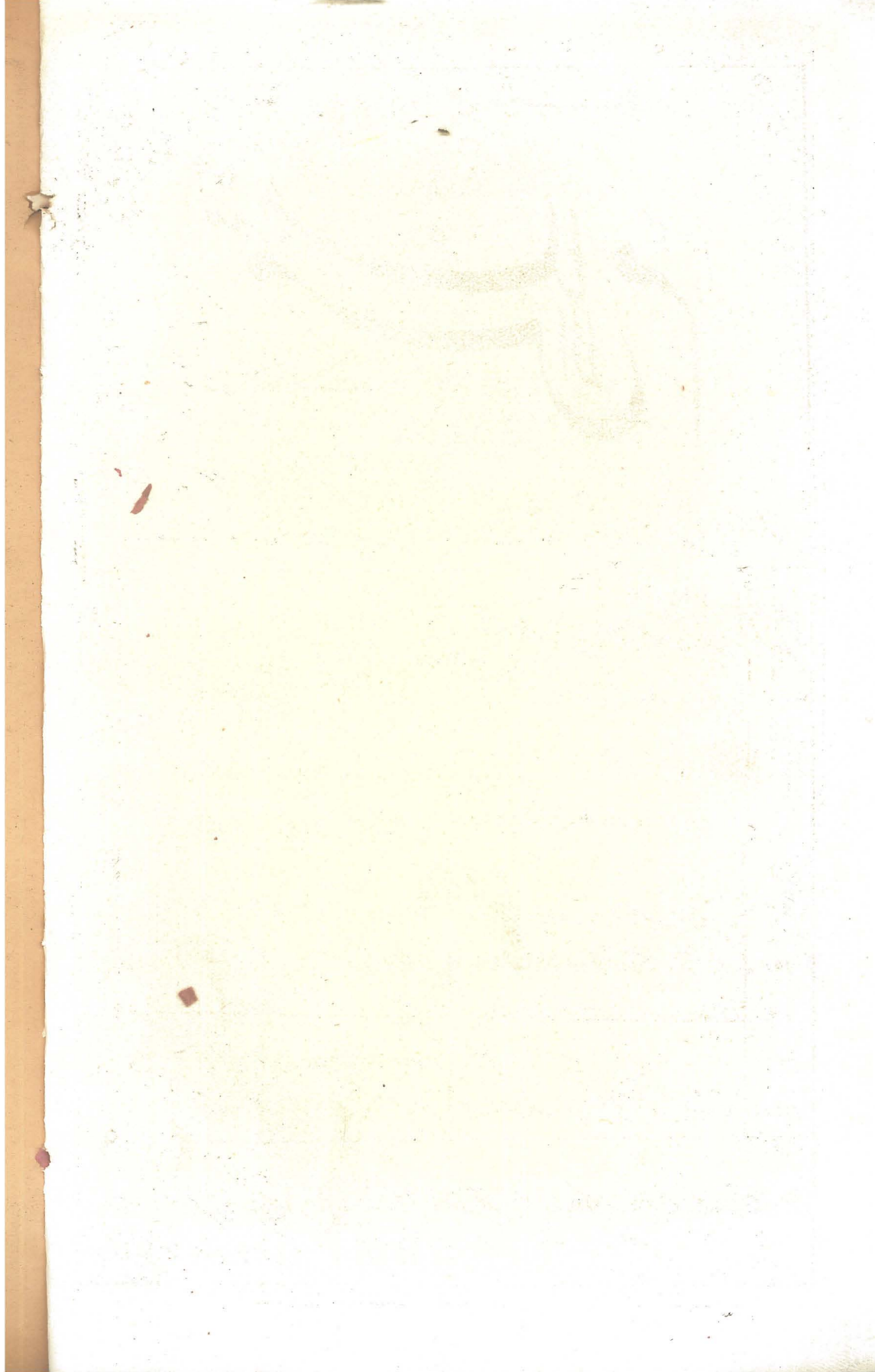
نائب مدیر

افتخار احمد بگوی

امیر حزب الانصار بھیمرہ
پنجاب

سالانہ چھپدہ

ڈیڑھ روپیہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ماہنامہ

شمس الاسلام

مقام اشاعت

جامع مسجد کبیرہ

(سالاں چندہ ایک روپیہ آٹھ آنے) مملکت برما دو روپے (ممالک غیر دو روپے آٹھ آنے)

جلد ۱ باب ۱۳۵ ۱۹۳۹ء محرم الحرام ۱۳۵۹ھ نمبر ۳

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
۱	سورہ فیل کی تفسیر اور علامہ فراہی (تفسیر القرآن)	۲
۲	باب الحدیث	۴
۳	تحقیق المسائل باب الفقہ	۱۰
۴	نگہبش اور کلب علی کی تئیسویں ملاقات	۱۵
۵	عدل فاروقی	۱۹
۶	عرض حال و کیفیت حلبہ سالانہ وغیرہ	۲۰
۷	کشف التبلیس جلد دوم سلسلہ اشاعت گذشتہ	۲۵ تا ۴۰
	حضرت مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب گیارہ	
	(ادارہ)	
	از جناب مولانا محمد عالم صاحب اسی نمبر	
	(ادارہ)	
	از جناب مولانا احمد الدین صاحب گنجیال	
	از جناب خان زادہ علامہ احمد خان صاحب نگہبش	
	از جناب مولانا محمد حسین صاحب شوق پلائی	
	(ادارہ)	

اس جگہ سرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے براہ کرم سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ دی کا سسٹم بند کر دیا گیا ہے۔ مینجر

تفسیر القرآن سورہ فیل کی تفسیر اور علاء فرہادی

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علیٰ من لا نبی بعدہ
سلسلہ اشاعت گذشتہ

اس نے یہ شعر بھی لکھے ہیں جن میں مکافات کی تباہی کا ذکر ہے کہ

هو تکلمان یود الد مع ما فاتا لا تھلکی اَسْفَافِی اَثْر من مَاتَا
اَبَدَ بَیْنُوْنَ لَا عَیْنٌ وَلَا اَثْر وَ لَجَدَ سَلْجُیْنَ بَیْنِی النَّاسِ اَمِیْلًا

ترجمہ آرام کرو تمہارے آنسو کھوئی ہوئی چیز کو واپس نہیں لا سکتے اور جو مر چکے ہیں ان کے انفس میں اپنے آپ کو تباہ مت کرو۔ کیا بینون محل کے تباہی کے بعد اس کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔ اور کیا سلجین محل کے بعد لوگ گھر کی بنا نہ کریں گے۔

(۷۱) ارباط کے ماتحت ابرہہ بھی حبشہ سے سپہ سالار بن کر آیا تھا صنعائین میں فتح کے بعد ارباط کے قیام کیا اور ابرہہ مقام جنود میں رہ گیا۔ دو سال تک آرام سے گز گئے۔ قیسرے سال ابوہرہ اور ارباط کے درمیان جھگڑا شروع ہو گئی اور ہر ایک نے حبشی فوج کے بہادر لیکر لڑائی شروع کر دی۔ اسی اثنا میں ابرہہ نے ارباط کو چیلنج کیا کہ ہم دونوں سو در دست بدست لڑائی کریں۔ تاکہ ایک کا خاتمہ ہو کر لشکر میں امن قائم ہو جائے جسے ارباط نے بڑی خوشی سے منظور کر لیا۔ آخر جب بالمشافہ لڑائی شروع ہوئی۔ تو ارباط نے رجو بڑا بہادر اور اونچا لمبا جوان تھا، ابرہہ کے سر پر نیزہ رسید کیا جس سے اس کی ناک اور ہونٹ چر گئے اور سر پر بھی زخم آ گیا۔ مگر جان سے بچ گیا۔ مگر ابرہہ کے باؤی کا دُعتو نے پیچھے سے آکر ارباط کو نیزہ مار کر ہلاک کر ڈالا۔ اب لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ اور تمام فوج ابرہہ کے ماتحت ہو گئی۔ مگر اسی دن سے اس کا لقب اشیم ہو گیا۔ کیونکہ اس کے دونوں ہونٹ زخمی ہو گئے تھے۔

(۷۲) شاہ حبشہ نجاشی کو خبر ہوئی کہ بلا اجازت ابرہہ نے ارباط کو مار ڈالا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک میں خود ابرہہ کو ہلاک نہ کروں گا۔ آرام نہ لوں گا۔ مگر جب ابرہہ کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے اس کی ہلاکت کی بھٹان لی ہے۔ تو فوراً اپنا سر منڈوا کر اور ایک بوری میں یمن کی خاک بھر کر بادشاہ کو بھیج دی۔ اور گزارش کی کہ بے شک ارباط آپ کا سپہ سالار تھا اور میں اسکے ماتحت تھا۔ مگر چونکہ وہ سیاست میں کمزور تھا۔ اسلئے میں نے اسے مار ڈالا ہے۔ اور آپ کو خبر بھی نہیں دی۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔ مگر میں آپ کا بدستور سابق اب بھی غلام ہوں۔ آپ اپنی قسم توڑ کر میرا قصور معاف فرمائیے میرے سر کے بال اور یمن کی خاک پر آپ پاؤں رکھ دیں۔ تو یوں سمجھا جائیگا کہ مجھے آپ نے

ابوہرہ کے درمیان جھگڑا اور شکست

الذین من غلب

اپنے قبضہ میں لیکر ذلیل کر دیا۔ اور ملک یمن پر آپ نے فتح پائی۔ معلوم رہے کہ اس زمانہ میں سرمنڈ انابت ذلت کا نشان تھا۔ تو بادشاہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اور کہلا بھیجا کہ تاحکم ثانی تم وہیں گورنر رہو۔

(۲۳) اب ابراہم نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے صنعا یمن میں ملکہ بلقیس کے قصر شاہی صبح کے پتھر اکھڑو اگر قصر شاہی غمدان کے پاس ایک گرجا عالیشان سر فلک عمارت میں تیار کیا جسکی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں اور بخاشی کو کہلا بھیجا۔ کہ میں نے جناب کی خاطر ایک گرجہ تیار کیا ہے جس کا نام قلیس ہے جسکی نظیر عرب و عجم میں نہیں ملتی۔ اور میرا ارادہ ہے کہ تمام کو حکم دوں کہ اس گرجا میں آکر حج کیا کریں۔

(۲۴) قلیس کی تعمیر میں مزدور لگائے گئے تھے جنہر بہت سختی برتی جاتی تھی۔ اور ان کو حکم تھا۔ کہ طلوع شمس سے پہلے پہلے کام پر آجایا کریں ورنہ ہاتھ کاٹ دئے جائینگے۔ اتفاقاً ایک مزدور کو دیری ہوگئی۔ تو اپنی بڑھی ماں کو ہمراہ لے کر ابراہم کے پاس حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ اور بڑھیا نے درخواست کی کہ میرا بچہ مجھے بخش دیا جائے مگر ابراہم نے یوں کر کڑمال دیا۔ کہ اگر میں اسے معاف کر دوں گا۔ تو میرے کام میں خلل پڑ جائیگا۔ تب بڑھیا نے مباحثہ یہ لفظ کہے کہ اضوب جمعو لک ساعی بھر الیوم لک وغدا الغیورک۔ ولس کل الدھر لک۔ اب تمکو موقع ہے تیز گپتی چلا لے حکومت چند روزہ ہے۔ آج تم ہو کل کوئی اور ہوگا۔ دنیا کا تمام زمانہ تیرے لئے مختار رہ جبری کیا گیا ہے۔ ابراہم نے یہ سنکر بڑھیا سے پوچھا کہ واقعی میری حکومت جلد ختم ہونے والی ہے تو اس نے کہا ہاں اب اسے پستو پڑ گئے اور مزدوروں پر تشدد کرنا چھوڑ دیا۔ اس کا ارادہ تھا۔ کہ اس عمارت کو یہاں تک اونچا لیجاں گے کہ بحیرہ عدان نظر آنے لگے اب اس نے یہ ارادہ بھی چھوڑ دیا۔

ابراہم کی تباہی کے بعد سلطان عباس بن ربیع عہد اسلامی میں وہاں حکمران ہوا۔ اور اسے بتایا گیا۔ کہ قلیس میں سونے چاندی کی کچی کاری اور زرو جو اس کا خزانہ ہے۔ اور اسے یہی بتایا گیا۔ کہ اگر یہ گرجا گرایا جائیگا۔ تو حبشہ کا نام و نشان تک نہ رہیگا۔ اس کے علاوہ اس میں ایک بت کعبی نامی رکھا ہے۔ جسکے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ بول کر لوگوں کا نفع و نقصان بتلا دیتا ہے۔ بادشاہ نے ذرا تامل کیا اور ابن و مہب سے کہا۔ کہ آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا کعبی ایک بے جان بت ہے نہ بولے نہ سمجھے۔ لوگ یونی بکواس کرتے ہیں کہ وہ خیر و شر کی خبر دیتا ہے۔ اسی اثنا میں ایک یہودی نے آکر عرض کی۔ جناب آپ کے متعلق ہمارے پاس ایک پیشگوئی ہے کہ آپ اس بت کو گرانیگے اور چالیس سال تک حکمران رہینگے۔ اب بادشاہ کا حوصلہ بڑھ گیا۔ مگر لوگ ابھی تک جھجکتے تھے تو سلطان نے جب مشورہ اہل کمال و دھول اور بابا جے کے ساتھ جلوس نکالکر گرجا پر حملہ بول دیا۔ اب باجوہ تھا ہے۔ دھول گونج رہا ہے عمارت سمسار ہو رہی ہے۔ اور لوگ سونے چاندی کے ٹکڑے لوٹ رہے ہیں۔ مگر جب بت کعبی نظر آتا۔ تو کسی کو سمیت نہ ہوئی۔ کہ اسے گرائے۔ سلطان نے بل منگا کر ایک چھکڑے میں جوت دئے۔ اور

قلیس کی تعمیر

ابراہم کا نشان

قلیس کی تباہی

کعبی کی تباہی

اس چھکڑے کے ساتھ بڑے بڑے رسے ڈال کر ان کے ذریعہ کعبہ کو زمین سے اکھیڑ ڈالا۔ گرجا کے احاطہ سے نکلنا ہی تھا کہ حصے بخرے ہونے لگے۔ اس میں آبنوس کی لکڑی استعمال کی گئی تھی۔ ایک عراقی تاجر نے ساری کی ساری خرید کر اپنے مکان میں لگا دی کچھ عرصہ بعد اسے جدام ہو گیا۔ تو کعبہ کے عقیدت مندوں نے یوں کہنا شروع کر دیا کہ یہ اسی کی شامت تھی۔

جب عرب کو معلوم ہوا کہ ابرہہ نے نجاشی کو یوں لکھ بھیجا ہے کہ تمام عرب کو قلیس کا حج کر ایگا۔ تو بنی فقیہ کنانہ کے ایک باغیرت عرب نے دونوں انتخاب کئے جنکو وہاں لے گیا۔ اور حکم دیا کہ قلیس میں قضاے حاجت کر کے واپس آجائیں (ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک کنانی نوجوان تھا) بہر حال عرب کا یہ مطلب تھا۔ کہ ابرہہ کو معلوم ہو جائے کہ وہ قلیس پر حج کرنے کو تیار نہیں۔ اور جب ابرہہ کو یہ حرکت معلوم ہوئی تو غصہ میں آکر حلفیہ الفاظ میں کہنے لگا کہ اب میں عرب کے کعبہ کو گر کر چھوڑوں گا۔

علامہ فراہی نے اس موقع پر واقعہ کی تذکیب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عرب سے ایسی ناشائستہ حرکت ناممکن تھی اور ابرہہ اس لئے حملہ آور نہیں ہوا تھا۔ کہ قلیس ناپاک ہو گیا تھا۔ بلکہ اس لئے حملہ آور ہوا تھا۔ کہ نصرانیت کی تبلیغ کرے۔ اور کعبہ گر کر صرف تبلیغ نصرانیت میں کامیاب ہو جائے۔ مگر واقعات نے فراہی کی نظریہ سازی کا بھنیہ ادھیر کر رکھ دیا۔ اور بتا دیا ہے کہ قضاے حاجت کی حرکت کسی شریف آدمی کی طرف سے سرزد نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ ایک دونوجوان اس کے مرتکب ہوئے تھے تو اس صورت میں عرب کی شرافت پر کیسے دھبہ آسکتا ہے علامہ فراہی اگر سیرت نبوی کا مطالعہ کر لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا۔ کہ نوجوانان مکہ نے مدینہ شریف میں آکر کس طرح بت شکنی میں کھیل مٹاشے سے کام لیا تھا۔ باقی رہا تبلیغ نصرانیت کا کام، سو اس کی تائید بھی کسی روایت سے نہیں ہوتی۔ صرف علامہ کا ذاتی نظریہ ہے ورنہ صاف مذکور ہے کہ پہلے تو صرف تمام عرب کو اپنے گرجا کی حج کا مٹھنی تھا۔ مگر بعد میں غیرت مذہبی نے اسے مجبور کر دیا۔ کہ مکہ معظمہ پر حملہ آور ہو۔ کیونکہ وہ اپنے مذہب نصرانیت میں بڑا متشدد تھا۔

(۶۷۱) بہر حال ابرہہ نے شاہی ماتحتی پر سوار ہو کر حبشی فوج کی معیت میں کعبۃ اللہ پر حملہ کرنے کی ٹھان لی۔ تو تمام عرب میں سنسلی چھا گئی کہ جس بادشاہ نے میں کو فتح کر لیا ہے اس کا مقابلہ کیسے ہو گا۔ مگر تاہم تمام عرب نے ارادہ کر لیا۔ کہ ابرہہ سے حفاظت بیت اللہ کی خاطر خوب لڑینگے۔ چنانچہ دونوں فریقوں میں ایک رئیس قوم نے اپنی تمام فوج کو جمع کر کے ابرہہ سے لڑائی کرنے کی دعوت دی تو وہ خوب لڑے۔ مگر تاب مقاومت نہ لاکر مغلوب ہو گئے۔ اور ذوالفقر گرفتار کر لیا گیا ابرہہ نے چاہا۔ کہ اسے قتل کر دے۔ مگر اس نے درخواست کی۔ کہ میں آپ کے کام آؤں گا۔ اسلئے زندہ قید میں رکھا گیا۔ اور فوج روانہ ہو گئی تو راستہ میں بنی خثعم نے جہاد مذہبی کا فریضہ ادا کیا۔ اور ان کا سردار فضیل بن جبیب اپنے دونوں قبائل شہر لہن اور ناھس لیکر مزاحم ہوا۔ مگر وہ بھی آخر تاب نہ لاکر گرفتار ہو کر قتل کے لئے پیش کیا گیا۔ تو

عربی زبان میں

ابراہہ کی حالت اور دعا

عابدین عرب کی مذکوریت

اس نے درخواست کی کہ میری قوم آپ کی رعایا ہو چکی ہے میں آپ کو مکہ کا راستہ بتاؤں گا۔ اس لئے اسکی جان بخشی کی گئی اور جب چلتے چلتے طائف پہنچے تو وہاں کا حاکم مسعود بن محبت اپنی نوج لیکر سلامی کو نکل آیا اور عرض پر واز ہوا کہ ہم آپ کی رعایا ہیں۔ آپ سے لڑنے کے لئے نہیں نکلتے۔ بلکہ یہ بتانے آئے ہیں کہ جس کعبہ کا آپ ارادہ رکھتے ہیں وہ طائف میں نہیں۔ بلکہ طائف میں لات کایت نصب ہے۔ جسکے ہم سچاری ہیں۔ آپ ہم سے تعرض نہ کریں۔ اور آپ کی خدمتگداری کے لئے ایک بدرتہ بھیجتے ہیں۔ جو آپ کو سیدھا مکہ میں پہنچا دے گا۔ وہ بدرتہ ابو رغال تھا جس نے ابراہیم کو مکہ کے قریب مقام مغشس میں لاکر تار دیا تھا۔ اور خود بیمار ہو کر وہیں مر گیا تھا۔ اور وہیں دفن ہوا تھا یہ وہی ہے کہ جسکی قبر پر عرب مدتوں سنگباری کرتے رہے جو یہ اور فزوق اسلامی عہد کے دو شاعر ہیں۔ ان کی باہمی خوب چلتی تھی۔ چنانچہ اسی ضمن میں جریر نے ابو رغال کا بھی پیشانی طور پر ذکر کیا ہے کہ

أَذَلَمَاتُ الْفَرَزْدَقُ فَارْجُوْهُ لَمَّا تَرَوْمُوْنَ قَبْرَ ابْنِ رِغَالٍ

اے عرب فزوق مر جائے تو اس کی قبر پر بھی سنگباری کرنا۔ جیسا کہ تم ابو رغال کی قبر پر سنگباری کرتے ہو۔

علامہ فراہی نے لکھا ہے کہ مناسک حج میں واقعہ فیل کی یادگار میں رمی حجرہ کی سنگباری بطور یادگار ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر واقعہ فیل کی یادگار کا نظریہ درست تسلیم کیا جائے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اسلام ابو رغال کی قبر پر سنگباری کو مناسک حج میں داخل نہ کرتا۔ حالانکہ یہ مقام مکہ کے قریب تھا۔ اور عہد اسلام سے پہلے اس پر سنگباری بھی کی جاتی تھی۔ مگر اسلام نے وہ سنگباری بند کر دی اور وحی جس پر لا کو جاری کر دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ فیل کی یادگار میں مناسک حج نہیں منائے جاتے۔ اور جناب فراہی یا تو فوج خیر ہیں اور یا دیدہ دانستہ تخریب اسلام میں حصہ لے رہے ہیں۔ (۲۷) ابراہیم نے مغشس میں ڈیرے ڈال دے اور اسود بن مفضو و حبشی کو فوج کا ایک دستہ دیکر لوٹ مار کرنے کو بھیج دیا۔ چنانچہ اس نے قریش اور دیگر قبائل کے اوٹ چھاپا مار کر اپنے قبضہ میں کر کے واپس لے لئے جناب عبدالمطلب کے بھی دوسو اوٹ تھے اب قریش، خزاعہ، کنانہ اور ہذیل چاروں نے ملکر مشورہ کیا۔ کہ بادشاہ کا مقابلہ کریں۔ مگر بعد از مشاورت یہ رائے قرار پائی۔ کہ بادشاہ سے مقابلہ کر نیکی ان میں تاب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ بنی نضیم اور اہل مین شکست کھا کر ابراہیم کی رعایا بن چکے ہیں۔ اور اہل طائف اس کی امداد میں شامل ہیں۔ اور لشکر کی تعداد ساڑھے ہزار تک بتائی جاتی ہے اور اپنے پاس سوائے چار قبائل کے نہ فوج ہے نہ اس ناگہانی حملہ کی تیاری ہے اس لئے انصار ذی وقیعہ ظفر پر عملدرآمد کر کے مکہ چھوڑ گئے۔

یہاں پر علامہ فراہی نے زور قلم سے موجیں پر یہ حملہ کیا ہے۔ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قریش اپنا معبد بے پناہ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور بیت اللہ کی طرف سے نہیں لڑے تھے۔ بلکہ بغیر تیاری اور بے جہتی کا ثبوت دیا تھا۔ مگر جناب نے یہ نہیں سوچا۔ کہ اس ناگہانی حملہ کیلئے قریش تیار نہ تھے۔ نہ ہی کافی تعداد میں ان کے پاس فوج تھی۔ اور نہ ہی

خود و فوش کا انتظام تھا۔ اس کے علاوہ وہ دیکھ چکے تھے کہ یمن سے لیکر مکہ تک راستہ میں جن قبائل نے حملہ کیا تھا۔ وہ سب مغلوب ہو کر بادشاہ کی رعایا بن چکے ہیں۔ نو اندریں صورت کس عقلمند کا کام تھا کہ مٹھی بھر آدمیوں کو لے کر ساٹھ ہزار کی مدافعت کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اس وقت یہی مصالحت تھی کہ مقابلہ نہ کیا جائے۔ اور اپنی حمیت اور خودداری یوں ظاہر کی جائے کہ مکہ خالی کر کے بھاگ جائیں اور اس کی رعیت بننے کی ذلت گوارا نہ کریں۔ زیادہ تر یہی ہو گا۔ کہ بیت اللہ کی چار دیواری گر کر واپس چلا جائیگا۔ تو وہ پھر بنائیں گے اس کے علاوہ منہج ثالث کی لڑائی میں بھی قریش بالکل تیار نہ تھے مگر خدا تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو محفوظ رکھنا تھا۔ محفوظ رکھ لیا۔ اور منہج کو آندھی، اور ظلمت نے اگھیرا تھا اور جانوروں کے بادل زمین میں دھس گئے تھے۔ تو اس نے توبہ کر کے بیت اللہ کا حج کیا تھا یہ منظر بھی قریش کے پیش نظر تھا اور ان کو یقین تھا کہ بے بسی کی حالت میں بے حرمتی کرنا لاغور عذاب میں گرفتار ہو جائیگا۔ پس ان تمام امور و اعلیہ و خاجیہ کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ مکہ کو خالی کر کے بھاگ جائیں اور ننگ غلامی سے پنج جائیں اس وقت مناسب خودداری بھی تھی اور غیرت عربیہ کا بھی ثبوت کافی تھا۔ اور یہ مناسب نہ تھا کہ جان پر کھیل کر اپنی جمعیت کو تباہ کرا لیتے اور بیت اللہ کی بھرتی اس سے کہیں زیادہ دیکھتے جو اس وقت قیاس ہو سکتی تھی۔ ممکن تھا کہ ایسی صورت میں جبکہ وہم شجاعت نہیں کہہ سکتے بلکہ قہود اور بطلان کہیں گے، جو نادانوں اور ناعاقبت اندیشوں کا کام ہے ابراہیم حکم دے دیتا کہ بیت اللہ کو سہارا کرنے کے بعد کبھی دوبارہ تعمیر نہ کیا جائے۔ تو کس کجرات تھی کہ اس حکم کے خلاف کرتا۔ قوم قریش کی تباہی کے ساتھ بیت اللہ کی تباہی کا منظر عرب کے لئے قیامت تک کانٹا کاٹک بن جاتا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ روایات اسلامیہ بالکل صحیح واقعات کی ترجمانی کر رہی ہیں۔ مگر جناب کا دماغ ہے کہ نظریہ سازی میں تلذیب اور اختلاف کا مرتکب ہو رہا ہے۔

خاکساری تحریک کے خلاف کفر شکن لٹریچر

خاکساری فقہ، طبع چہارم صفحات ۹۲، یعنی مشرقی کے عقائد اور اس کی تحریک کی اصلی اور عریاں تصویر راجا جلال کے مطالعہ کے بعد کوئی مسلمان اس تحریک کو کیا عقائد و نسبتیں رہ سکتا قیمت ۳ روپے خرچ محصول ایک آنہ قیمت فی سیکڑہ پندرہ روپے پچاس کتا کی قیمت ۱۰ روپے علاوہ محصول ایک اشرفی علیٰ مشرقی، طبع اول تدارک صفحات ۹۲، یعنی مشرقی کے عقائد اور اس کی تحریک کی خلاف افغان نشان، سرحد آزاد، اور ہندوستان کے تقریباً ہریال کے اکابر علماء و مشائخ اور اہل قلم حضرات کے تبصروں، بیانات اور فتاویٰ، مقتدر مجالس کے فیصلوں اور مشرقی کمیٹیاں مصری و ترکی اخبارات کی رائے کا قابلہ مجموعہ قیمت ۳ محصول ایک آنہ فی سیکڑہ پندرہ روپے پچاس کی قیمت ۱۰ روپے علاوہ محصول ایک، خاکساری مذہب، مذہب خاکساری پیکل تبصرہ قیمت ایک پیسہ، خرچ محصول دو پیسے، فی سیکڑہ ۱۰ روپے علاوہ محصول

جلانے کا پتہ لا نیچر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

بَابُ الْحَدِيثِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رب کے
بہتر ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور رب کے افضل دعا الحمد للہ ہے

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل
الذكر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمد لله

اے اللہ تو میرے دل میں نور بھر دے میری زبان اور کان
کو نورانی کر دے میری آنکھوں کو منور فرما دے۔ اور
میرے سامنے اور میرے پیچھے میرے اوپر اور میرے
نیچے نور ہی نور کر دے اور مجھے نور عنایت فرما (ابروایت مسلم)

(۲) اللهم اجعل في قلبي نورا وفي لساني نورا
واجعل في سمعي واجعل في بصري نورا
واجعل في قلبي نورا ومن امانتي نورا واجعل
في فوقي نورا وتحتي نورا واعطني نورا

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا
پلایا اور کافی ہوا، اور ہم کو ٹھکانا دیا پس بہت سے لوگوں کے
لئے نہ تو کوئی کافی ہو نہ والا اور نہ ٹھکانا دینے والا،

(۳) الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وكفانا
واوانانا فكله من لا كافي له ولا موى له -
(شمائل ترمذی)

اے اللہ تو ہی سزاوار حمد ہے تو آسمان وزمین کا نور ہے،
تو لائق حمد ہے تو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور
تو ان چیزوں کا جو زمین و آسمان میں ہیں تو ہی رب ہے تو
حق ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے تیرا ملنا یقینی ہے دفع
کا وجود ضرور ہے قیامت کا ہونا حق ہے۔

اے اللہ میں تیرا فرمانبردار ہوں تجھ پر ایمان لایا ہوں
میرا اعتماد تجھ پر ہے تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں۔ تجھ
سے طالب مدعا ہوں۔ اور تجھ سے ہی انصاف کا طالب
ہوں۔ تو میرے اگلے پچھلے مخفی اور ظاہری گناہوں کو بخش

(۴) اللهم لك الحمد انت نور السموات و
الارض ولك الحمد انت قيام السموات و
الارض ولك الحمد انت رب السموات و
الارض ومن فيهن انت الحق و وعد الحق
ولقاء الحق والحجة حق والنار حق والساعة
حق اللهم لك اسلمت و بك امنت و عليك
توكلت و اليك انبت و بك خاصمت
و اليك حاكمت فاغفر لي ما قدمت و
اخوت واسورت واعلنت انت الهی

لا الہ الا انت (بروایت مسلم)

وے۔ تو ہی میرا معبود ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔

(۵) بِسْمِ اللّٰهِ لَا يُضِيْ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِی الْاَرْضِ
وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (بروایت ترمذی)

اس خدا کے نام سے کہ جس کی وجہ سے زمین و آسمان کی
کوئی چیز نقصان نہیں کرتی۔ اور سننے والا اور جاننے والا ہے

(۶) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ثَلَاثَاتٍ مِنْ شَيْءٍ مَا خَلَقَ

خدا کے پورے کلمات کے ساتھ مخلوق کی ایذا سے پناہ
چاہتا ہوں۔

(بروایت مسلم)

(۷) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالجَذَامِ
وَالْحَنْثَوْنِ وَمِنْ سَيِّئِ الْاَسْقَامِ (نسائی شریف)

اے اللہ میں کوڑھ سے، جذام سے اور جنون سے اور تمام
بری بیماریوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

(۸) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ
وَالذَّلَّةِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ وَاُظْلِمَ
(سنن ابی داؤد)

خدا یا مفلسی، تنگدستی، ذلت سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور
اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔ کہ میں کسی پر ظلم
کروں۔ یا مجھے کوئی ظلم کیا جائے۔

(۹) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَ
اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ
مِنْ الْجَلِّ وَالْجَبَنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ
الدِّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ، سنن ابی داؤد

اے بار الہا! میں رنج و غم سے غمزدگی اور تنگی سے
نخل اور نامردانگی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور پناہ مانگتا
ہوں قرض کے بار سے اور لوگوں کے قہر سے۔

(۱۰) اَللّٰهُمَّ رَحْمَتُكَ اَرْجُوْكَ لَا تَكُنْ لِّیْ نَفْسِیْ
طَرَفَۃَ عَیْنٍ وَاَصْلَحْ لِّیْ شَأْنِیْ کَلَّهْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
(سنن ابی داؤد)

اے اللہ! امید دار رحمت ہوں۔ پس ایک دقیقہ کیلئے
بھی میرے نفس کو مجھ پر غالب نہ کر اور میرے تمام کاموں کو
ٹھیک کر دے تیرے سوا اور کوئی قابل پرستش نہیں۔

(۱۱) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا فِیْهَا

اے اللہ میں تجھ سے اس ہوا کی بھلائی اور جو کچھ اس

ہو میں ہے اس کی بہتری چاہتا ہوں۔ اور جس چیز کے ساتھ یہ بھی گئی ہے اس کی بہتری کا طلبگار ہوں اور اس کی برائی اور جو کچھ اس ہو میں برائی ہو اس سے پناہ مانگتا ہوں

و خیر ما ارسلت بہ واعوذ بک من شیء ما
شیء ما فیہا و شیء ما ارسلت بہ
(مسلم شریف)

خدا یا! اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کرنا۔ اور ہمیں عذاب سے
نہ ہلاک کرنا اور عذاب نازل ہونے سے پیشتر ہمیں بچانا،

(۱۲) اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تمکنا
بعذابک و عافنا قبل ذلک (ترمذی شریف)

اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش کر اور ہم پر نہ کر۔ اے اللہ
ٹیلوں، قلعوں، نالوں، وادیوں اور رخت کے اگنے کی
جگہ بارش برسا۔

(۱۳) اللھم حوالینا ولا علینا اللھم علی الاکام
والاجام والنظر اب والادویۃ ومنابت
الشجر

اے اللہ! اپنے بندوں اور اپنے جانوروں کو سیراب فرما
اپنی رحمت کو وسیع کر دے اور اپنے مرتے ہوئے شہر کو جلا دے

(۱۴) اللھم استق عبادک ولہامیک و انشی
رحمتک و احی جلدک المیت (سنن ابی داؤد)

اے اللہ! باران رحمت عطا فرما! خدا یا بارش برسا
خداوند اپنی عنایت فرما

(۱۵) اللھم اغثنا، اللھم اغثنا، اللھم اغثنا
(مسلم شریف)

اے اللہ! ہمارے لئے برکت عطا فرما اور اس بہتر کھانا کھلا

(۱۶) اللھم بارک لنا فیہ و اطعمنا خیرا لکمنہ (ترمذی)

اے رازق و ذوالجلال ان کے رزق میں برکت دے
اور ان کی مغفرت فرما، اور ان پر رحم کر

(۱۷) اللھم بارک لھم و فیما رزقھم فاغفر لھم
وارحمھم (مسلم شریف)

سزاوار حمد ہے وہ خدا جسے ہمیں کھلایا پلایا۔ اور
ہم کو مسلمان بنایا۔

(۱۸) الحمد لله الذی اطعمنا و ستفانا و جعلنا
من المسلمین



تحقیق المسائل

استفتاء

ما قولکم رحمکمہ اللہ سبحانہ

(سوال ۷) ایک فیصلہ شرعیہ میں گواہوں میں سے ایک شاید کو ضرورتاً حلف بالطلاق دی گئی ہے جس پر ایک مولوی صاحب نے تکفیر کا فتوے حلف دلانے والے اور ان ارباب علم پر جو اس مجمع میں موجود تھے لگا دیا اور فتویٰ کفر کو بصورت اشتہار شائع کیا۔ کیا ایسا فتوے صحیح ہے۔

(سوال ۸) اگر مکفر صاحب کا فتویٰ غلط ہے تو مکفر پر کچھ شرعاً حکم تحریری وار ہو سکتا ہے یا نہ بینوا و توحید!

الجواب وهو الموفق للصواب

نافع کبیرؒ میں مرقوم ہے واعلم انہ ینبغی للمفتی ان یجتہد فی الرجوع الی الکتب المعتمدۃ ولا یعتمد علی کل کتاب لاسیما الفتاویٰ الاتی ہی کا الصحاری مالہ لعلہ حال مولفہ و جلالتہ قدر۔ و وجد مسئلہ لم یوجد لہما اثر فی الکتب المعتمدۃ ینبغی ان یتصفح ذلک منہا فان وجد فیہا الا لا یجتزی علی الافشاء بها انتہی نیز اسی کتاب کے ۱۷ میں ہے حکم من کتاب معتد اعتمد علیہ اجلة الفقہاء حملوا من الاحادیث، الموضوعۃ و لاسیما الفتاویٰ انتہی کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اسوۃ ثلثہ کے جواب میں عیین بغیر اللہ تعالیٰ کے جائز ہے یا نہ شہود سے حلف لینا کفر و خفی میں جائز ہے یا نہ حلف بالطلاق مطلقاً شہود سے ہو یا غیر اس کے سے اخات کرام کے ہاں جائز یا نہ

(جواب ۷) عیین بغیر اللہ تعالیٰ کے اس زمانہ میں جائز ہے، و فتویٰ اخات کرام کا اسی پر ہے چنانچہ در مختار عینی، رد المحتار تبیین، المحقق، فتح القدیر منقح الناقی۔ وغیرہ میں مرقوم ہے، علامہ حصکفی و مختار فیہ میں جو کرد و المختار کے مابین پر موضوع ہے مرقوم کرتے ہیں ہل لیکر الحلف بغیر اللہ تعالیٰ قیل نعم للہی، و عامتھم لا وفتی لا سیمانی زماننا و حملو اللہ علی الحلف بغیر اللہ تعالیٰ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم یا بیک عینی انتہی شیخ ابو محمد فخر الدین عثمان ابن علی ربیع تبیین المحقق شرح کنز الدقائق میں فرماتے ہیں والیمین بغیرہ مکفر عند البعض للہی الوارد فیہا وعند عامتھم لا تکرہ لانہا یحصل لہا الوثیقۃ لاسیمانی زماننا و ما روی من النہی محمول علی الحلف بغیر اللہ تعالیٰ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم یا بیک ولعمری وینحی اور اسی طرح منقح الناقی میں ہے، ابن عابدین بعد کلام طویل فرماتے ہیں ان الیمین بغیرہ تعالیٰ

قارہ جیصل بہا الوثیقہ ای اتحاق الحضم بصدق الخالف کالیتعلق والعناق ممالیس فیہ حوت القسم والتارۃ لا یحصل مثل وامیل ولعمری فانہ لا یسر مہ بالحنث فیہ شئی فلا یحصل بہا الوثیقہ بخلاف التعلیق المذکور والحديث وهو قوله صلى الله عليه وسلم من كان حالفا فليحلف بالله تعالى الخ محمول عند الاكثرين على غير التعلیق فانہ یکرہ اتفاقا لما من فیہ من مشارکہ المقسم بہ لله تعالى فی التعظیم واما التعلیق فلیس فیہ تعظیم بل فیہ الحمل او المنع مع حصول الوثیقہ فلا یکرہ اتفاقا کما هو ظاهر ما ذکرناہ واما کان الوثیقہ فیہ اکثر من الحلف بالله تعالى فی زماننا قلۃ المبالات بالحنث ولزوم الکفارة اما التعلیق فیمتنع الخالف فیہ من الحنث خوف من وقوع الطلاق والعناق انتہی بقدر الضیورۃ واضح ہو کہ گذشتہ حدیث کے جواب سے جو کہ حدیث صحیحین و موطا امام مالک وغیرہ کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے جواب حدیث سنن نسائی سے جو کہ ابویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے لا تَحْلِفُوا بِأَنَّا نَكْمُرُ وَلَا تَحْلِفُوا إِلَّا وَادِّتُمْ صَادِقُونَ و جواب حدیث مسلم لا تَحْلِفُوا بِأَنَّا نَكْمُرُ وَلَا بِالطَّوَاغِي و جواب حدیث نسائی لا تَحْلِفُوا بِأَنَّا نَكْمُرُ وَلَا بِالطَّوَاغِي و جواب دیگر احادیث صحیحین میں حلف لات وغری وغیرہ کی ممانت ثابت ہے بخوبی ثابت ہوا۔ اور علامہ حسن علی رومی حاشی مطول میں احادیث مذکورہ کے دو جواب اور بجز جواب مذکور کے جو کہ جواب عامہ یعنی جواب جمہور کا ہے دئے ہیں اور محقق ابن عابدین نے بھی رد المختار کے صفحہ ۱۱۱ میں فاضل رومی کے نقل کئے ہیں وہ دونوں جواب یہ ہیں کہ ایسی قسمیں بظاہر و صورتاً قسمیں ہیں حقیقہً وضعی قسمیں نہیں ہیں بلکہ تاکید مضمون کلام کی واسطے اور اس کی ترویج کے لئے ایسی قسمیں استعمال میں آتی ہیں۔ دوسرے جواب خلاف مضاف ہے، یعنی وادیتہ میں قریب ادبہ ہے، نووی شرح مسلم و فتح الملہم و حاشیہ مشکوٰۃ وغیرہ میں بھی یہی جواب مرقوم ہے چار جواب اور بھی ہیں۔ لیکن محققین نے اس جواب کو احسن الاجوبہ اور جواب مرضی لکھا ہے۔

جواب ۷۔ اس زمانہ میں چونکہ عدالت شہود اور تزکیہ ان کا مشکل اور بہت دشوار ہے۔ نیز عدالت گواہان شرط شہادت ہے اور دور حاضر میں بالکل ہی مفقود اور غیر موجود ہے لہذا السبب ضرورت شدیدہ کے شہود سے حلف لیتنا حاکم شرعی کو جائز بلکہ ضروریات سے ہے چنانچہ رد مختار مجموعۃ الفتاویٰ، میقات الحقائق۔ البحر الرائق، التہذیب ثلاثی، فتاویٰ صیغہ، منع الغفار، الاشباہ والنظائر، جوبی شرح اشباہ معدن الحقائق وغیرہ میں مرقوم ہے اور صاحب رد المختار و صاحب غایۃ الاوطار و صاحب طحطاوی و صاحب کشف الاستار اس پر راضی ہیں کسی نے شرح مذکور میں اس کو رد نہیں کیا۔ رد مختار صفحہ ۱۱۱ میں مرقوم ہے و فی البحر عن التہذیب مجمل الشہود فی زماننا التعداد والتزکیہ اذا المجهول لا یعرف المجهول واقر لا المصنف ثم نقل عنه عن صیغہ فیه تفویضہ للقاضی انتہی

مصنف سے مراد علامہ غزنی ترمذی مولف تنویر الابصار ہیں۔ انہوں نے منہج الغفلہ شرح تنویر الابصار میں مسئلہ مذکورہ کو پختہ اور ثابت کیا ہے۔ اور تہذیب سے مراد تہذیب قلانسہ ہے جو کہ مصنف اس کا متقدّمین اور ائمہ کبار محققین حنفیہ سے ہے پوشیدہ نہ رہے کہ درمختار کے اس قول پر تمام شارحین راضی اور خورسند ہیں۔ کبھی ان میں سے اس کا تقب نہیں کیا۔ چنانچہ ناظر برحق نہیں۔ واضح ہو کہ فقہا مذکورین نے یمن کو اپنے اطلاق پر رکھا ہے۔ تخصیص حلف کی یمن باللہ سے نہیں کی۔ پس مدعی تخصیص دلیل صریح اور برہان صحیح کا محتاج ہے۔ علاوہ ازیں بندہ عامری بعونہ تعالیٰ حلف بالطلاق کے جواب مسئلہ میں تخصیص پیش کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ علامہ لکھنوی مولانا مولوی عبدالحی مرحوم مجموعہ الفتاویٰ میں ۱۳۳ میں کتب کثیرہ سے اس مسئلہ کی تحقیق کے بارے میں تحریر کرتے ہیں اصل عبارت ان کی فارسی میں ہے تعریب اس کی یہ ہے وفي الاشباہ وفي تحلیف الشاهد ان را لا جاز کما فی الصیرفیہ وفيہ من مقام آخر وفي التہذیب وفي زماننا لما تعددت التزکیہ لعلبۃ الفسق اختار القضاۃ استحقاقات الشہود کما اختارہ ابن لیلی الحصول غلبۃ الظن وکتب الحموی شارح الاشباہ وفي التہذیب القلانسی وفي زماننا لما تعددت التزکیہ لعلبۃ الفسق اختار القضاۃ استحقاقات الشہود لحصول غلبۃ الظن انتہی علامہ سید احمد حموی شارح اشباہ واثبات ہوا کہ جس جگہ تہذیب مطلق ذکر ہے اس سے مراد تہذیب قلانسہ ہے۔ شیخ علامہ ابن نجیم مصری مولف البحر الرائق ۳۳۶ میں تحقیق مسئلہ معلوم کے بعد ارشاد فرماتے ہیں ولا یضعفہ ما فی الکتاب المعتبرۃ کا خلاصہ من انہ لا یبین علی الشاہد لانہ عند ظہور العدالۃ والکلام عند خفائہا خصوصاً فی زماننا ان الشاہد مجهول الحال وکذا المزکی۔ غالباً والمجهول لا یعرف والمجهول انتہی ضمیر لائے کی راجع بطرف حلف الشہود کے ہے۔ ظاہر ہے کہ صاحب بحر وسویں صدی میں ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے زمانہ کی ضرورت شدیدہ کو پیش کیا ہے اب ہمارے زمانہ کی حالت تو صدیوں بعد بڑھ کر ہے فسق و فساد کا دور حاضر میں کیا ٹھکانا ہے لفظ ابن نجیم عند خفائہا سے متیسر ہوتا ہے کہ چونکہ عدالت گواہان دستور ہے لہذا ان پر حلف وارد ہوگی۔ اب ہمارے عرصہ میں تو عدالت بالکل مفقود و ناموجود ہے۔ بلکہ شہود علانیہ فاسق ہیں۔ ان سے حلف لینا اشد ضروریات سے ہے بحر الرائق کے جواب مذکور پر علامہ محدث سید احمد حموی شرح اشباہ میں راضی ہو کر اس کو نقل کیا ہے۔ نیز چونکہ محقق لکھنوی جواب مذکور پر دل و جان سے راضی ہیں اس کو مجموعہ الفتاویٰ میں حموی سے نقل کیا ہے۔ علامہ محقق ضیاء الدین معیار الحقائق شرح کنز الدقائق ۳۶۶ میں معدن الحقائق شرح کنز مذکور سے نقل کرتے ہیں جسکی تعریب یہ ہے وفي معدن الحقائق معضیاً للہ تہذیب لما تعددت التزکیہ وغلب الفسق فی زماننا اختار القضاۃ استحقاقات الشہود (جواب علی) علامہ مصری البحر الرائق ۳۳۶ میں فرماتے ہیں والیمن بغیرہ تعالیٰ مکر و ہتہ

عند البعض للحديث لا تختلفوا بأبائكم وقال بعضهم إذا اضميحت إلى المستقبل لا يكسر ولا
هو الحسن لما روى أنه عليه الصلوة والسلام لما لا عن بين العجلاني وبين امرؤته قال
العجلاني ان امسكتما فهي طالق ثلاثا ولم ينكر عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم نيزاسی طرح
لفظ ولم ينكر عليه الخ الجوهري النقي میں مرقوم ہے پس ثابت ہوا کہ حلف بالطلاق باکراہت جائز ہے بلکہ تمام کتب
فقہ باب التلیق سے ملوئیں دوسرا جواب یہ ہے کہ سبب تقاضاء ضرورت زمانہ کے گواہان سے یا منکر سے
حلف بالطلاق لینا جائز بلکہ اشد ضروری ہے اور محققین حنفیہ کا اسی پر فتوے ہے چنانچہ فتاویٰ و جیز معروف بہ
فتاویٰ نزاریہ، نتائج الافکار والبحر الرائق وحاشیہ جامع الفصولین مؤلفہ خیر الدین ربلی، وفتح اللہ المعین ونباتہ شرح
ہدایہ و خلاصۃ الفتاویٰ و ذخیرہ ربانیہ و منیۃ المفتی و خزانۃ المفتین و فتاویٰ صغریٰ و منہج الغفار و تبیین الحقائق و
رمز الحقائق و کنوز الحقائق و ملائسکین و کنز الدقائق و ہدایہ و وقایہ و نقایہ و اصلاح ابن کمال باشا وغیرہ میں مرقوم ہے
اگرچہ نمبر ۱ سے اخیر تک جو کہ چار کتابیں ہیں ان میں بلفظ قیل مذکور ہے۔ لیکن یہ لفظ ہمیشہ ضعف کیلئے نہیں ہوتا جب
تک کہ قابل قیل ضعف پر نص نہ کرے چنانچہ علامہ عبدالحی نے مقدمہ مدۃ الرعیہ میں فقہہ النفس شرنبلالی سے
نقل کیا ہے۔ اگر ضعف کو مان بھی لیا جائے تو مویدات اور ثواب سے ہوگا۔ نزاریہ میں جو کہ ہامش ہندیہ پر موضوع ہو
صفحہ ۱۹۹ میں مرقوم ہے التحلیف بالطلاق والعتاق والايمان المخلطة لم یجوزہ اکثر مشائخنا فان
مست الضورة ینتی بان الروای للقاضی انتہی مخفی نہ رہے کہ اس مسئلہ میں حکم قاضی کے حکم میں ہے
کیونکہ یہ مسئلہ ان مسائل سے نہیں ہے جو مخصوص بالقضائیں۔ قاضی زادہ نتائج الافکار ص ۱۹۹ میں خلاصۃ الفتاویٰ
سے جس کا مولف طاہر بن احمد مجتہد فی المسائل ہے نقل کرتے ہیں فان مست الضورة ینتی بان
الروای الی القاضی انتہی نیز کتاب مذکور جلد و ورق مذکور میں ذخیرہ ربانیہ سے جو اس کا مصنف بھی مجتہد
فی المسائل ہے اس سے نقل کیا ہے فیفتی بانہ یجوز ان مست الضورة انتہی شیخ خیر الدین ربلی حاشیہ
جامع الفصولین ص ۱۱۱ میں منہج الغفار سے نقل کرتے ہیں وان مست الیہ الضورة ینتی ان الروای فیہ
للقاضی انتہی بدر الدین حافظ علی بنابہ شرح ہدایہ ص ۲۳۳ میں فتاویٰ صغریٰ سے جو کہ مولف اس کا بھی صاحب
طبقة ثالثہ کا یعنی صدر شریعہ مجتہد فی المسائل ہے نقل کرتے ہیں نیز فتاویٰ سمرقندیہ سے جو مصنف اس کا امام
ابوعلی بن فضل سمرقندی ائمہ کبار سے ہے نقل لاتے ہیں و فی الفتاویٰ الصغریٰ التحلیف بالطلاق و
العتاق لم یجوزہ اکثر اصحابنا و جازا البعض وبہ افتی الامام ابوعلی بن الفضل السمرقندی
انتہی اصحاب سے مراد مشائخ ہیں۔ بقرینہ عبارات کتب دیگر البحر الرائق ص ۱۱۱ میں فتاویٰ منیۃ المفتی سے جو
بنام البحر المحیط مشہور ہے نقل کرتے ہیں۔ و فی منیۃ المفتی لم یجوزہ اکثر مشائخنا وان مست الیہ

الضیورۃ لیفیتی ان الرأی للقاضی انتہی اس کے بعد قوائے خزائنہ المفتین سے جو نہایت معتبر و محترم کتاب ہو نقل کرتے ہیں و فی خزائنہ المفتین مثل ما فی منیۃ المفتی انتہی محقق ابوالسعود مصری فتح اللہ المعین حاشیہ ملا مسکین ص میں فرماتے ہیں و فی منیۃ المفتی وان مست الیہ الضیورۃ لیفیتی ان الرأی للقاضی انتہی ابو محمد فخر الدین زلیعی عثمان بن علی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۱۶۶ میں ارقام کرتے ہیں وقال بعضهم ینوع للقاضی ان یحلفہ بجماعہ اذا الح الحضم لقلۃ مبالات الناس یا الیمین باللہ تعالیٰ فی زمانہ انتہی کنز الدقائق میں ہے الیمین باللہ تعالیٰ لا بطلاق وعتاق الا اذا الح الحضم انتہی ملا مسکین اس کے تحت میں فرماتے ہیں فینحذر یحلف بہما انتہی کنز الدقائق میں اس کے نیچے مرقوم ہے فینحذر یحلف بالطلاق والعتاق او بہما انتہی نیز کنز الدقائق میں ہے وان مست الضیورۃ الیہ لیفیتی ان الرأی للقاضی انتہی۔ فخر الحقیہ حافظ علی نے رمز الحقائق شرح کنز میں اس کے تحت میں بھی اسی طرح لکھا ہے قاضی زادہ شمس الدین تہجد فتح القدیر ص ۱۸۶ میں بعد نقل کرنے عبارات کتب کثیرہ کے تحریر فرماتے ہیں، اقول قد تلخص من هذه المذكورات كلها ان للقاضی ان یحلف بالطلاق والعتاق عند الحاء الحضم وانه یفتی بجواز ذلك ان مست الضیورۃ انتہی واضح ہو کہ کتب مذکورہ بالا میں لفظ فتویٰ کا مرقوم ہے جو حسب الفاظ ترجیح سے مقدم ہے سوائے لفظ و بلفظی کے بیشک کنز الدقائق و رمز الحقائق و مسکین میں لفظ فتوے کا مرقوم نہیں ہے لیکن ان حضرات کا جزم ان کے ہاں فتوے سے کم نہیں ہے جسکو مسئلہ کی زیادہ ضرورت و امتیاز ہو۔ وہ ہمارے رسالہ عربیہ کو جو کہ بقلم باریک ۱۴۱۳ھ و رق میں مذکور ہے مطالعہ فرمائیے انشاء اللہ اس مسئلہ کی پوری پوری تحقیق اور تدقیق کا اطمینان کامل مستطیع ہوگا۔

جواب سوال نمبر ۲ چونکہ کتب معتمدہ کثیرہ بالا سے حلف بالطلاق والعتاق مطلقاً خصوصاً بوقت ضرورت حاکم شرعی کو جائز ہے کہ گواہان سے یا منکر سے حلف لیوے اور اسی پر فتوے ہے نیز مصنفین بعض کتب کے اہل طبقہ ثانیہ یعنی مجتہدین فی المسائل سے ہیں اب اس تحقیق کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص عبارت بعض کتب ضعیفہ مثل خزائنہ الروایات کی پیش کر کے فتوے کفر حالف بالطلاق یا محلف کا دیوے تو یہ افتاء غیر معتبر متیقن اور بڑا مشہور ہوگا اور مفتی بدین افتاء خارق اجماع اور جاہل اور متکبر یا اطل یا یقین ہوگا۔ کیونکہ کتب ضعیفہ اس مسئلہ پر متفق ہیں۔ کہ قول ضعیف منسوخ کے حکم ہے اور قول ضعیف پر عمل کرنا یا حکم دینا جاہل اور خرق اجماع ہے، اور خرق اجماع بالاتفاق باطل ہے ایسے مفتی کی اقتداء صلوات میں وجائز و غیرہ میں غیر مشروع اور مکروہ ہے صاحب کبیری مکروہ تحریمی فرماتے ہیں اور صاحب درختار وغیرہ تنزیہی کے قائل ہیں اور امام مالک کے نزدیک اقتداء قاسم کی حرام ہے۔

العبد المسکین احمد الدین السکن فی بلدہ کنجیال، ضلع سرگودہ (پنجاب)

بن جانا ہے اور وہ خونِ جگر پیتے ہوئے تتر تتر ہو جاتے ہیں۔ اسی امر کی طرف منجر حقیقی نے اشارہ کیا ہے کہ شیطان عسکر کے سایہ سے بھاگتا ہے برخلاف اُن کسی دوسری مقدس ہستی کے ذکر سے پر اگندہ نہیں ہونے اور شیر خدا کے ساتھ تو پیدائش میں بھی شریک ہیں رملۂ غلطہ ہو کافی مشہور اور حیاتِ القلوب (پھر اس سے کیوں بھاگے۔ یہ ہوا آپ کا جواب اور میں نے جو (مقدس جھوٹ) کا سلسلہ شروع کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو جھوٹ مسلسل آپ کو پیش کئے جاتے ہیں وہ ایسے لوگوں کی زبانی ہیں جن سے بڑھکر نثارِ نبی کے مطابقت دینا میں آج تک کوئی انسان یا فرشتہ پیدا نہیں ہوا۔ لہذا ان مقدس ہستیوں کے ادب کی وجہ سے ان پر (مقدس جھوٹ) کا نام رکھا گیا ہے بحال اس مقدس جھوٹ سے قبل مجھے کچھ ضروری باتیں لکھنی ہیں تاکہ شمس الاسلام کا وہ مقدم فرض ادا ہو سکے۔ یعنی ہدایت اور احیائے ملت جس کے واسطے وہ جاری کیا گیا ہے۔

گزشتہ سالوں میں سندھ سے ایک صاحب نے استفسار کیا تھا۔ کہ کیا شیعہ سید کو کچھ خیرات وغیرہ دینا کارِ ثواب ہے یا نہ اس وقت بھی میں نے کچھ جواب بذریعہ رسالہ موصوفہ دیا تھا۔ لیکن مجھے اس قدر علم حاصل نہ تھا۔ کہ سندھی لوگ بھی پنجاب کی طرح سید پرست ہیں۔ جیسا کہ پنجاب میں سید اور شاہ کا خطاب ہر ایک ... آل ابوطالب کے ساتھ لازمی ہے ہمارے سندھی اور پنجابی برادران کو کان کھول کر سننا چاہئے۔ اور آویزہ گوش بنا کر حفظ کرنا چاہئے۔ بلکہ اپنی اولاد لینے بال بچوں کو لڑکپن سے پڑھانا چاہئے۔ جیسا کہ ہر ایک رافضی اور ان کے نام نہاد سید اور مجتہد و فرمہ لغض صاحبہ کی تعلیم زن و مرد میں کر رہے ہیں۔ شاید کہ اس طریقہ سے آئندہ کے لئے سد باب ہو کر نقص کے جراثیم نہ پھیل سکیں جس طریقہ سے رفض کا پروپیگنڈا ظاہری طریقہ سے دارالواعظین لکھنؤ کے اتہام سے پنجاب ہندو سندھ بلکہ صوبہ سرحد حتیٰ کہ افریقہ تک کیا جا رہا ہے۔ جنکو جمیعۃ العلماء دہلی اور علمائے دیوبند اور چاروں طرف بزرگوار گدی نشینان اور کوچہ بامان مساجد دیکھ رہے ہیں۔ کسی طرف بھی اب ادوی تدابیر کی طرف توجہ نہیں دینیں پچیس سال سے متواتر اخبار و تحریکات لکھنؤ بر ملا اصحاب و ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے اب چاروں طرف یہ و باعالمگیر ہو رہی ہے۔ جس شیعہ اخبار اور رسالہ کا اجرا ہوتا ہے اس کا اولین فرض اصحاب رسول اللہ کو طرح طرح منہم کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے علماء کی غفلت کی وجہ سے علومِ نبیین پس ازاں کہ سن نما تم بچہ کار خواہی آمد، ہمارے علمائے محمد و جنِ حَیَوٰہِ ضوئاً کے ذریعہ اپنے علومِ حقانی کی اشاعت کن لوگوں میں کرینگے جب کہ ان میں کوئی بھی کلام اللہ پر کامل ایمان اور حدیث نبوی کا نام لیوان نہ رہے۔ کہاں تک لکھوں اور اپنی اس کمزور آواز کو کن ذرائع سے پہنچاؤں و رخصت و الی اللہ میری اتھاس کو میرے برادرین۔

در بارگہ قدس بقولش دانی

آں را کو تو از آل رسولش دانی

باید کہ عزاییل خدوش دانی

چوں دشمن اصحابِ پیمبر باشد

یعنی جب تم کسی شخص کو آل رسول خیال کر کے اس بات پر یقین رکھو گے۔ کہ اس کو خدا کی بارگاہ میں قدر و منزلت حاصل ہے مگر جب اس کے عادات اور اطوار وغیرہ گفتگو سے تم کو معلوم ہو جائے۔ کہ وہ اصحاب رسول اللہ کا دشمن ہے پس اسی وقت تم پر لازم ہے کہ اس کو مطلقاً شیطان کی طرح ذلیل سمجھا کر اپنے آپ کو اس سے دور رکھو.....

آنرا کہ تو از آل پیمبر دانی از روئے شرف سید و سرور دانی
چوں بغض باصحاب پیمبر دارد باید کہ ز خنزیر نجس تر دانی

یعنی جب تم کسی شخص کو پیغمبر کی اولاد سے جان کر اپنی شرافت سے اس کو اپنا سردار سمجھتے ہوئے سید، اور شاہ صاحب پکار رہے ہو لیکن جو نبی تم کو پتہ لگے۔ کہ اس کو اصحاب رسول اللہ کے ساتھ بغض اور حسد ہے پس اسی وقت اس کو ناپاک یقین کر لینا، ایضاً

آنرا کہ تو از آل پیمبر شمری ہرگز بنو چوں بحقیقت نگری
باید کہ بود آل او از روئے عمل چوں برہ او نیست چرا بنجبری

دیکھ میرے مسلم بھائی میں آپ کو قرآن خدا اور فرمانِ مصطفیٰ کے رو سے سمجھا رہا ہوں، یعنی جب تم کسی کو دیکھ کر اس کو آل رسول سمجھ کر اس کی تعظیم اور تکریم کر رہے ہو درحقیقت وہ ایسا نہیں ہوتا، جان لو کہ آل رسول وہی ہوتا ہے جو آنحضرت کا پیر ہو کر ان کے قدم بقدم چلے۔ جب وہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرع شریف پر نہیں تو وہ آل رسول بھی نہیں۔ میں اس پر اگر زندگی قیمت اور قوتِ خداوندی نے یاوری کی تو کسی وقت منہصل لکھوں گا۔ اس وقت صرف یہی ایک حوالہ کافی ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے اذہ لیس من اہلک اذہ عمل غیر صالح یعنی اے میرے رسول نوح بنی ہمدارے بیٹے کو میں نے ہمداری آل سے خارج کر دیا۔ کیونکہ وہ بد عمل تھا۔ اور ایسا ہی خود رسول خدا کا بھی ارشاد ہے (کل تقی تقی فہم اٰلی) کہ ہر ایک پرہیزگار نیکو کار میری آل ہے۔
کتاب علی، معلوم ہوتا ہے کہ آپ آل رسول سیدوں کے پیچھے بہت بُری طرح لگے ہوئے ہو۔ آخر اپنے سنی سیدوں کا لحاظ تو رکھنا چاہیے۔ نہ یہ کہ نیک و بد کی کوئی تمیز نہیں۔

بنگش، اوجیدہ گرفتہ انگیز، نیک و بد کی تمیز تو میری مذکورہ بالا تقریر سے ظاہر ہے، ممکن ہے کہ کوئی گنوار سادہ لوح ہمدارے نیچے میں پھنس جائے لیکن میں ہمداری طرح تفتیہ باز و زبان نہیں۔ ہم سے پیشتر نہ بانہ جہانگیر بادشاہ ہندوستان نے جب اپنی شیعہ رانی نور جہان کی سفارش سے متاثر ہو کر قاضی نور اللہ شوستری کو جو کہ آل ابوطالب سے اپنے آپ کو سید کہلاتا تھا۔ ایران سے طلب کر کے اہل ہند کی بیضی سی سے اس کو ہندوستان کا قاضی القضاۃ بنایا وہ اپنی کتاب مجالس المؤمنین چھاپہ ایران کے ص ۲۸۳ پر رقمطراز ہے۔

اذا العلوی تابع ناصبیا بمنزہ فہاھو من ابیہ

عدل فاروقی

(بزرگ چھین جھٹوٹ)

نور افشاں تھے شبِ تار میں جب صہر رسولؐ،
خندہ کفر پہ جب چہیں بجیں تھے فاروق
دارِ اسلام میں لایا وہ فرس پہنچنے کو
سرحدِ ملک پہ فاروق کا عامل موجود
اور محصول ادا کر کے گیا سوئے حجاز
مول لینے کا کسی نے نہ لیا نام کہیں
تنگ آکر وہ ہوا گرم سفر سوئے وطن
اسپ لے جانے کا محصول طلب کرنے لگا
پر محافظ نے کسی طرح گزرنے نہ دیا
اپنی کم نختی کا یہ قصہ خلیفہ سے کہوں
چشمہ عدل سے دھل جائیگے سب رنج و الم
اور دربارِ خلافت میں ہی دم جا کے لیا
حالِ غم عرض کیا اور کچھ عامل کے گلے
نہ دیا حضرت فاروق نے کچھ اسکو جواب
کہ سیہ نختی نے بننے نہ دیا آہ میرا کام
اور محصول دوبارہ اسے پھر دینے لگا
دام پہلے بھی دئے اور معافی مانگی
کیا ہوا حضرت عامل تجھے؟ یہ راز ہے کیا
اور سب قصہ تنبیہ یہودی کو سنایا اسنے
اور داخل ہوئی اسلام کی ہر گوشہ میں تنویر
لا الہ کے مدینہ کی طرف لوٹ گیا
رنگ کھلتے تھے یہ اسلام کے پلینے میں
مذہب و ملک کبھی جاہ و چشم میرے تھے

صفحہ ستی پہ دنیا پاش تھے جب اصل اصول
یعنی جب تحتِ خلافت پہ لکیں تھے فاروق
ایک تاجر ہوا آمادہ جو زر کھینچنے کو
انداتے ہی نظر آیا شبکل مسعود
جھک کے آداب بجا لایا یہودی بہ نیاز
در بدر ٹھوکیں کھائیں نہ بنا کام کہیں
آخرش بادلِ ناخواستہ بارِ رنج و محن
راہ میں پھر عامل مذکور نے جھٹ روگ لیا
گو یہودی نے لجاجت سے بہت کام لیا
ولیں خیال آیا کہ اب کیوں نہ مدینہ کو چلوں
شاید آجائے برسنے پہ اگر ابر کرم
یہ خیال آتے ہی بس سیدہ مدینے کو چلا
مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے فاروق ثلے
منتظر دیر تلک بیٹھا یہودی بے تاب
اٹھ کے واپس ہوا وال سے بھی وہ بنیل مرام
آنکھ سے ٹپکے ہوئے اشک وہ عامل سر ملا
ہر عیب رنگ سے عامل نے خلاصی مانگی
دیکھ کر تاجر مغموم یہ حالت بولا
باادب حضرت فاروق کا فرمان دکھایا اسنے
کچھ گئی دل پہ یہودی کے عدل کی تصویر
شمسِ اسلام چمن میں جو ضیاء بار ہوا
آہ ہوتے تھے کبھی شور یہ میخانے میں
گردنیں غیر کی تھیں اور قدم میرے تھے

انصار الاسلام

(زمان مہدی قاصی)

نکل میدان میں مسلم اگر انصار ہونا ہے
رہی طاری گراں خوابی تغافل کیش مسلم پر
ظہور شمس سے روشن ہوا دنیا کا ہر ذرہ
مبارک خاکسارو تم کو اپنی خاکساری ہو
ہماری گردنوں میں دیکھ لو طوق غلامی ہے
ہٹی ہے مشرق کی پیروی ان خاکساروں کو
ذرا سوچو تو اسے تہذیب مغرب کے پرستارو
وہ ہے مارسیاہ جسکی قیادت پر تھے نازاں
بنایا ہے نیا جو دیوتا ان خاکساروں نے
چلی ہے خاکسارو دولت ایمان ہاتھوں سے
مسلمانو! نہ چھوڑو دامن محبوب ربانی

تجھے گرفتِ بستیٰ کا خدنگار ہونا ہے
بد لکرا آج کروٹ پھرا سے بیدار ہونا ہے
جہاں سے ظلمتِ باطل نے ابیزا ہونا ہے
غلامانِ محمد ہیں ہمیں سردار ہونا ہے
ہمیں دین محمد کا علم بردار ہونا ہے
مگر انصار نے مدنی کا تابع دار ہونا ہے
بروزِ حشر تم نے حاضر دربار ہونا ہے
اثر اس زہر کا تیر بھی آخر کار ہونا ہے
انہی کے بیلچوں سے دیکھنا مسمار ہونا ہے
بچا لو ورنہ محشر میں ذلیل و خوار ہونا ہے
اگر دنیا و عقبے میں تمہیں سرشار ہونا ہے

بڑی مدت سے خواہش ہے در محبوب داور پر

طلبگار دعا کے قاصر نادار ہوتا ہے

”خزب الانصار“ کی عظیم الشان سالانہ کانفرنس بنایت ترک و احتشام کے ساتھ ۲۵، ۲۶، ۲۷ فروری کو تمام جامع مسجد بھیرہ

منعقد ہوئی نزار باسلمان شمالی پنجاب کے ہر ضلع سے شامل ہوئے مفصل کارروائی اشاعت آئندہ میں درج ہوگی، وقت کی کمی اور عدم گنجائش کی بنا پر اس ماہ کی اشاعت میں درج نہیں کی گئی۔

مسلم عورتوں کے فسخ نکاح والے قانون کے خلاف آواز بلند کی گئی۔ فلسطین و وزیرستان کے مظلومین سے ہمدردی،

اور مدح صحابہ پر بندش، اور ریاست حیدرآباد کے خلاف مہاسنبائی یورش کے خلاف قراردادیں پاس ہوئیں۔

انصار الاسلام ٹیکسٹ کی مصنوعی تنگ اور فوج محمدی کے رضا کاروں کے حسرتی مظاہرہ سے خاکساروں کی

آرزوئیں خاک میں مل گئیں

وگفت سناحت الوجوه بجانب دشمنان انداخت۔ پس افتاد آن خاک و سنگریزه با در چشم تمام لشکر مشرکان و پیچ کس بخاند که در چشم و سہ نیفتاد۔ و در روایتیہ پر نشد چشم و دہاں بخاک و سنگریزہ پس فرمود شکست خوردند سوگند بہرہ و کار محمد و گفت خداوند راست گردان و عدہ خود را سوز و نباید کہ غالب آیند کافران بر مسلمانان و دریں جا نازل شد ہوا کہ حدیث اخبرہیت و لکن اللہ سلطہ و از جابر بن عبد اللہ الضاری رضی اللہ عنہ منقول است کہ آواز سنگریزہ ہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجانب مشرکان انداخت۔ چنان نمود کہ از آسمان شستہ ریختند۔ و انبائے آل جماعت کہ پدران ایشان در لشکر ہوازن بودند نقل سے کہ در اندر پدران خود کہ میگفتند کہ چون سنگریزہ با بجانب ما انداخت، پیچ فرغانہ نازما کہ ہچشم و سہ از آن در نیامد و دل ما ئے ما طپیدن گرفت۔ و قلعی و اضطراب افتاد و ہیبتہ عظیم استیلا یافت۔ و می گفتند کہ شہینیم ما آواز سے را چنان آہن را بر پشت گزرا نند و در ہاں زماں از آسمان مثل کسائے سیاہ پیدا شد و در میان ما قوم ما افتاد۔ نگاہ کردند و دیدند کہ مور بہائی سپاہ در آن صحرای متشنجہ و تمام وادی ازاں حملو گشت۔

و می گفتند کہ ہر سنگ و درخت کہ در آن جگہ بود۔ در نظر مخالفان سواری ہی نمود۔ و در میان زمین و آسمان مردان سیف پوش دیدیم ہر سپاہ اہل سوارہ علاقہ میان ہر دو کتف گزشتہ بودند و ما را بحال و طاقت آن نبود کہ در ایشان نگاہ و انہیم کرد۔ پس مسلمانان شمشیر بازی نام ہر کشیدہ بہ کافران رفتند۔ گویا تارہ ہا از آسمان ہی افتند و شکست دادند۔ و ہوازن مقداد و شہین خستر سے ہا بیتا نمود و رلفرا بہا نند و الحمد للہ انتھی ملتقطاً۔

پس دیکھو شیعیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیسے جلیل القدر معجزہ کو جس کی تصریح حق تعالیٰ آیتہ کریمہ و ماسر حدیث اخبرہیت و لکن اللہ سالی میں بیان فرماتا ہے۔ صاف ہضم کر بیٹھے۔ اور ایک بے سرو با گیت جناب امیر کی فتح کرنے کی گانے لگے۔ گویا یہ آیت اعدائے جناب امیر نے آپ کے فضل و کمال کو چھپانے کی غرض سے بڑھادی ہے۔ اور معرض کے اس قول سے ”اور اسی جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی تسکین فرمائی۔ کہنا قال اللہ تعالیٰ و انزل سکینۃ علی رسولہ و علی المؤمنین۔ صحابہ کرام کی کمال فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ ہ الفضل ما مشہدات جامعہ اء۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کی اس اضطرابی الغرض سے در گزر کیا اور انہیں استقلال نازل سکینہ فرمایا۔ والحمد للہ علی ذالک۔ پھر ایسی الغرض پر اعتراض کرنا عین منکال و سرسبز جب نکال ہے۔

سیاق کلام حمید سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ مؤمنین جن پر سکینہ نازل ہوا وہی تو ہیں جن سے لغزش واقع ہوئی۔ حق سبحانہ ارشاد فرماتا ہے۔ لقل لفرکم اللہ فی مواطن کثیرہ و یومئذین اذا عجمت کمر کثر حکم فلن تغن عنکم شیئاً و مذاقت علیکم الاراضی بما رجعت ثم ولیسہم دبرین ثم انزل اللہ سکینۃ علی رسولہ و علی المؤمنین و انزل جنودا لہم

لہم کما لشیئ الیہ اعادۃ الجبار۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

لتر وھا وعلب الذین کفروا واذلک جزاء الکفربین۔ ان آیات بینات سے بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوئیں۔
 (۱) جو لوگ منتشر و مفروہ ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے لوٹ کر دوسرا حملہ جان توڑ کر کیا جس سے وفات کی کئی تلافی ہو گئی۔ اور حق
 سبحانہ نے انہیں فتح و نصرت عطا کی کیونکہ نصر کہو میں وہی مدبرین مخاطب ہیں (۲) اہل گنہ والے یقیناً فاتح ہیں۔ بظلمات
 جناب امیر کے خواہ آپ بھی اس فضل میں شریک ہوں (۳) خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم جن کو شیعیہ مفروہ کہا کرتے ہیں۔ اور
 غزوات میں بھی فتح و نصرت ان کے ہاتھ رہی چنانچہ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرہ وادیہ حسین الخ سے بخوبی واضح
 ہے۔ (۴) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر شیعیہ جو یہ الزام لگاتے ہیں کہ غزوہ احد سے آپ ایسا بھاگے کہ تین دن تک پتہ نہ لگا۔
 محض جھوٹ ہے۔ کیونکہ جب تین دن تک وہ غائب رہے۔ اور یہاں جب تک لڑائی کا خاتمہ ہو گیا پھر وہ فاتحین میں
 کیسے شامل ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ ان کا فاتح ہونا ثابت ہے (۵) جب فتح کا سہرا اکیلے جناب امیر کے سر پر۔ تو اللہ تعالیٰ نے
 فرشتوں کی پلٹن جس کی خبر انزل جنود السدودھا میں دیتا ہے۔ کس لئے بھیجی تھی اور جناب امیر کی ہاؤس
 کا فقط تاثر دیکھئے آئے تھے۔ تو اوروں پر اس کا احسان کیوں جتایا گیا (۶) بھاگ جانے والے مومن تھے منافق جیسا
 کہ منافقین سمجھتے ہیں تنبیہ معترض قرآن مجید میں بھی تحریف سے نہیں چوکتا لہذا انزل اللہ لکم مارا۔ قرآن
 کی بھٹکار سے وہ غریب بھی مجبور ہے۔

شجاعت امام المؤمنین و مقدم الامام شجاعین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

قولہ جنگ احد سے رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ دیکھو شرح تجرید قوشچی معارج النبوة اقول (۱)
 واضح ہو کہ تجرید قوشچی کی تصنیف ہے۔ اور اس کی شرح علامہ قوشچی علیہ الرحمۃ نے کی ہے۔ اور صاحب تجرید نے دین دیا
 عقل و ایمان سب سے مجرد ہو کر جو کچھ اپنے گندے خیالات کا متن میں اٹھا رکھا ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب شافی
 دیا ہے۔ یہ ابن سبائی ان ہی اقوال مردودہ کو تجرید سے نقل کرتے ہیں اور شرح قوشچی کا عوالدیتے ہیں۔ جو چاہے نقل کو اصل
 سے مطابق کر دیکھے۔ (۲) معارج النبوة کا حوالہ تو عجب العجاب ہے۔ حضرت محضر کو اتنی بھی حیاء نہ آئی کہ شرح تجرید کو تو لا اہل علم
 دیکھیں اور دوسرے یہ ہر ایک کو سمجھ بھی نہیں معارج النبوة میں تو یہ ساری مجھوڑاں معدوم ہیں۔ تھوڑی فارسی جاننے والا بھی
 اگر دیکھیں گا۔ تو کیا کہیں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا اذ لم تلتی ما صنع ما شئت لیغیب تجھ جہا نہیں بھر جو چاہے
 کہ اب معارج النبوة کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ غالباً اہل حیا کو معترض کی اس حرکت سے شرم آئیگی۔ درنقل است کہ برگرد آحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چارہ کس از اصحاب مانده بودند ہفت از ہا جین و ہفت از انصار ماند ہا جران صدیق اکبر علی مرتضیٰ النہ۔

قولہ بروز ہجرت قریش کی آہٹ پاکر بچوں کی طرح رونے لگے یہاں تک کہ حضرت رسول اللہ کو منع کرنے کی نوبت پہنچی
 حقیقت بڑی یریبت ہوئی۔ کہ حضرت کے رونے کی آواز قریش کے کان تک نہ پہنچی ورنہ قیامت تھی۔ اقول (۳) اگر منہ

کرنا وقوع منہی عنہ ہر دال ہو تو پچھ شیعوں کا قافیہ تنگ ہو جائے۔ صاحب منہی الکلام اذ غلبہ اللہ والاسلام لکھتے ہیں: "الحمد لصیغہ منہی ہرگز باحد سے ازدالات بر وقوع دلیل منہی خود۔ و از نجاست کہ بر نجاسات و وصایا مصطفوی در حق جناب امیر مآ مجلسی در بحار الانوار و در کتب خلاصہ اش آنگاہی علی زنا مکن و لواط و کیمہ مکن و قسم دروغ مخور و گدزدی مگرد و از شہادت زور برائے قریب و بعید پر حذر باش۔ و لہذا ہم باہل مشو و از قذف محصنہ تبرئ و بر ہوائے نفس کار میند و بار السوئے خود را مدہ کہ اندک از ریا بجزائے شرک با حذر است۔ تا آنکہ فرمود و باید کہ ظاہر و باطن یکساں شود و آلا از جملہ منافقین خواہی بود۔ پس اگر بصیغہ منہی از فعلی بر صددش از مخالف استدلال تمام شود چہ عسدا کہ بر با نگر دور و لغو و خدایا لہ منہا انتہی و لقصیل المقام فی منہی الکلام۔"

(۲) واضح ہو کہ اس واقعہ غار کو حضرات علمائے شیعہ نے عجیب و غریب طور پر بیان کیا ہے۔ کوئی صاحب آیت کریمہ و کلام سخن ان اللہ معنا سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا جین ثابت کرتے ہیں اور کچھ اور فرماتے ہیں۔ جب پہلوں پر یہ اعتراض ہوا کہ جن فیروں پر ہوتا ہے نہ اپنے نفس پر جس پر آیت کریمہ و کلام سخن ان اللہ معنا ہے۔ تو اس اعتراض سے بچنے کے لئے مفتریان امامیہ نے اور دوسری روایتیں ایجاد کیں جنہو سب سے رسالہ آیت غار میں لکھتا ہے ان ابا بکر قال یا رسول اللہ حسن بنی علی انہما علی بن ابی طالب ما کان منہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تسخرن ان اللہ معنا اے معی و انہی علی بن ابی طالب انتہی اور حضرت خضر مشہدی جو یہ برعکس نہند نام زنگی کا فور کے صدق ہیں لکھتے ہیں والیضا صحتا استقر من لدغ الحینہ ایاہ انما کان لمدہ ہر جملہ یدید اظہار امر ہ و انتہ لہا لم یحصل جذ الک عنہ نہ شرع یوذی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتذکار حال علی و اظہار الحزن علی جرحہ او قتله او غیدہ ما فقال علیہ السلام لا تسخرن ای لا تظہر الحزن علی امر علی ولا تؤذنی مستکبریں کہ ان اللہ معنا ای معی و مع انتہی۔ اہل النفاق حضرت شیعہ کے ان ہفوات باطلہ کو دیکھیں۔ کہ ان کو کسی بات پر ثبات نہیں۔ پہلے حملہ حیدری سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زہر کے صدمہ سے چلا آئے۔ اور دیکھئے اور صاحب فطرت

لہ جناب منہوی کے اس ارشاد و سرالارشد سے جو بحق جناب مرتضوی صادر ہوا۔ تقیہ کا اعلان بخوبی ثابت ہو گیا۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت شیعہ کا جناب امیر کے لئے تقیہ ثابت کرنا بہ حسب ارشاد منہوی معاذ اللہ آپ کو منافق ٹھہراتا ہے۔ سبحان اللہ۔ ایں کار از تو آید و شیعیاں ہمیں کتند۔ کیوں صاحب اسی کا نام ولے اہل بیت ہے۔ اور آپ ہی ایسے جہان اہل بیت ہوتے ہیں کہ خود تو دیات مشتبہ نفاق جناب امیر ثابت کریں اور دشمن اہل بیت دوسروں کو کہیں۔ افسوس ہے ایسے مذہب پر میں کا بانی مذہب اسکی زمانیات کے مطابق منافق اور جس کے اصول میں کفر و نفاق بھرا ہو۔ تو یہ۔ تو یہ ۱۳ منہ غفر اللہ

کفر فرماتے ہیں۔ کہ نہیں۔ کفار کے خوف سے رومنے لگے۔ ہاں زور سے دروئے۔ ورنہ کفار سن کر آفت ہی برپا کئے ہوتے اور قاضی خوشتری اور خضر مشہدی جناب امیر کے لئے اظہار عزت کے مقرر ہیں۔ اور مشہدی نے تو بغضب کیا اور صدیق الہیہ خیر الرفیق پر یہ طوفان باندھا۔ کہ انہوں نے اپنا پاؤں اس غرض سے پھیلا یا تھا۔ کہ کفار دیکھ کر مطلع ہو جائیں۔ گویا حضرت صدیق دشمن جانی حضرت حبیب سبحانی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حالانکہ حسب روایات شیعہ حضرت صدیق کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہر الہی ساتھ لیا تھا۔ ایسی عقل پر خدا کی مالا اور لاکھ بٹکار۔ کہ دشمنوں ہی کے شر سے بچنے کے لئے تو مخفی طور پر مکہ سے ہجرت کریں۔ اور پھر ایک دشمن کو بھی جان اوجھ کر رفیق سفر بنائیں۔ غریب مشہدی کو اتنی بھی خبر نہ ہوئی کہ اگر حضرت صدیق انشاء سے راز چاہتے تو پھر ایک غارتنگ و تار میں جو کوئی دیکھ بھی نہ سکے پاؤں پھیلائے کی کیا حاجت تھی و مزید تفصیل فی المطولات۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ کفار کی آمد کی آہٹ تو غار کے اندر جائے اور حضرت صدیق کے رومنے کی آواز کفار تک نہ پہنچے۔ ناظرین ذرا اس کو یہ غور دیکھو اور شیعوں کی تک بندیلوں کا کرشمہ دیکھو۔

قولہ جنگ خیر سے شکست کھا کر واپس آئے شرح بخیر علامہ قوشچی **اقول** شرح قوشچی کا حوالہ محض جھوٹ ہے۔ اور باقی مفصل قصہ فتح خیر کے جواب میں لکھ چکے ہیں۔ کما مر **قولہ** جنگ جبین میں حضرت ابو بکر نے پہلے اپنی جماعت کی کثرت دیکھ کر کہا کہ میں مغلوب نہ ہوں گا۔ مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو بھاگ گئے یہاں تک کہ حضرت رسول اللہ کے ساتھ سوائے نو آدمی کے اور کوئی نہ تھا۔ اور ان نو آدمیوں میں خلفائے ثلاثہ داخل نہیں ہیں۔ دیکھو تاریخ ابوالفدا صفحہ ۱۵۴ کتاب المغازی و اقدی صفحہ ۱۴۱۔ **اقول** معلوم نہیں حضرت معترض نے جھوٹ بولنے اور بہتان لگانے کو کیوں فخر و مایہ العزۃ سمجھ لیا ہے۔ کہ اپنی ذلت و رسوائی کی کچھ بھی پروا نہیں میرے پاس اس وقت مغازی موجود نہیں۔ مگر ترجمہ ابوالفدا جس کے مترجم بھی کما حقہ بعض العلماء کو کوئی حضرت شیعہ ہیں سامنے رکھا ہے۔ خدا کے لئے کوئی اس کو دیکھے تو کہ قصہ جبین میں کہیں ابوبکر عمر علی رضی اللہ عنہم کا بھی اس میں ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ قول معترض کے خلاف مرقوم ہے۔ چنانچہ ترجمہ ابوالفدا کی کچھ عبارت ملتقطاً لکھتا ہوں کہ ایک مسلمان نے کہا کہ لشکر مسلمانوں کا بہت تھوڑا ہے۔ کفار کا لشکر بہت ہے۔ یہ تھوڑے آدمی ان پر غالب نہ ہو گئے۔ جب کہ مقابلہ جابمیں کا ہوا۔ اور مسلمانوں کا کفار نے سامنا کیا۔ تمام مسلمان متفرق ایسے ہو گئے۔ کہ ایک دوسرے کو جاننا نہ تھا کہ کہاں ہے۔ دفعۃً مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ مگر بخیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے۔ اسی طرح پر جس طرح اول تھے کھڑے رہے۔ ہرگز نہ ڈگمگائے۔ اسی انتہا میں پھر مسلمان لوٹ کر آئے۔ اور بڑی بہاری لڑائی ہوئی۔ خوب لڑے۔ واد شجاعت دی۔ کفار کی فوج کو شکست ہوئی۔ سب بھاگے ہوئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ مارے اور قتل کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ آخر کار مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ انتہی مختصراً۔

غرض اس عبارت سے بھی حضرت معترض کی دیانت و جودہ ثابت ہوئی (۱) معترض نے اس قوم کا قابل حضرت صدیق کو ٹھہرایا ہے۔ اور یہاں فقط ہر ایک مسلمان لکھا ہے معلوم نہیں وہ کون شخص تھا۔ بدلتی سے ایک معلوم

شخص کا مصداق حضرت صدیق کو بنا نا کامل ثابت ہے۔ (۲۱) معترض کہتا ہے کہ مسلمانوں کی کثرت سے حضرت صدیق کو عجب و متعارض ہوا۔ اور ابوالفدا کہتا ہے کہ اس غیر معلوم شخص پر مسلمانوں کی قلت دیکھ کر اس ویاس و ناامیدی طاری ہوئی تھی۔ فستان بینہما معلوم نہیں ایسی یہود و فیر نافع تحریف کا باعث کون امر تھا۔ گرچہ ابوالفدا کا قول بھی سراسر غلط ہے۔ فی الحقیقت وہاں مسلمانوں کی کثرت تھی قلت (۲۲) معترض کہتا ہے کہ فقط نواذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باقی رہ گئے تھے حالانکہ ابوالفدا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی بھی نہیں رہا سب کے سب ہوا ہو گئے (۲۳) معترض کے انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق بھاگ جانے کے بعد واپس نہ آئے۔ اور ابوالفدا مظہر ہے کہ انہیں بلکہ کل مغویین فوراً ہی لاٹے۔ اور بڑی بہادری سے لڑے حتیٰ کہ مسلمانوں کی فتح ہوئی اور کافر خذول ہوئے الحمد للہ علی ذالک (۲۴) معترض اور اس کے ہم شرب جناب ذالنورین پر اس لغزش اضطراری کی وجہ سے جین و نامروی کا جواز لازم لگاتے ہیں۔ وہ محض عناد ہے۔ دیکھو یہی مغویین پھر کس شجاعت سے لڑے اور کافروں کو مارتے کاٹتے چلے گئے۔ اور لغزش اضطراری کا عقلاً کچھ اعتبار نہیں گرچہ اعتراض کی حقیقت اور معترض کی دستبازی اسی سے واضح ہو گئی مگر اتمام فائدہ کی غرض سے تاخیر سیوطی کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے:-

وہو رفیقہ فی الغار وقام منصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر موضع
 ۲۹ ولہ الاثار الجمیلۃ فی المشاهد وثبت یوم احد وحین وقد فر الناس
 کما سیاتی فی فصل شجاعۃ و اخراج ابو جلی والحاکم واحد عن علی قال قال لی رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر ولا بی کبیر احد کما جبرائیل ومع الاخر میکائیل
 اختلطت منہم صورا..... اب مدارج النبوة کی عبارت بھی ملاحظہ کر لیجیے۔ وگویند کہ چون کثرت و شوکت لشکر
 اسلام در نظر مسلمانان آمد مروے از مسلمانان گفت کہ امر و از ہمت قلت مغلوب نخواہیم شد۔ آنحضرت را این سخن کہ مشرک
 عجیب بود کہ وہ و شاق آمد (اسے قولہ) و انہیں معلوم شد کہ صحیح آنست کہ قائل آن صدیق المیرزا بنی اللہ عندہ بود چنانکہ در حق
 آمدہ واللہ اعلم وگویند کہ مالک بن عوف پیغمبر از وصول اہل اسلام بوادی حنین در آمدہ و لشکر خود را در کینکا بانانہ و
 وصیت کرد کہ چون لشکر خفاقل دریں میدان آمد شمشیر را کہ علامہ تیرا راں کنند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و فلس صبح و در دناستے
 وقت بحر و در وایت نزدیک اند و قصد تہذیب لشکر خود نمودہ و انویہ و ریات بہر دم دادہ توجہ سافت و چون کینکا گانک بود
 و وادی مناکہا داشت و راہما تنگ بود ہمہ یکبارہ یک عمل تنواستند در آمد۔ فوج فوج شدہ بوادی از حال متحدہ و در آمدند
 و مخالفان زینما فرصت نمودہ انکینکا بابرا آمدہ یکبارہ لشکر بخینند و تیر باران کردند و ایشان تیر اندازان بودند و مقدمہ لشکر خالد
 بن ولید بود۔ یا سنی سلیم کہ اکثر سلاح نداشتند۔ و رفیر از ہما دند و از عقب ایشان کفار قریش کہ ہر اہ بودند و نو مسلمانان صغیر الاثام
 کہ ایمان در دہا گئے ایشان قرار یافتہ بود۔ نیز فرار نمودند باقی صحابہ نیز طاقتا و درہ جولان نمودہ متفرق و متزلزل شدند۔ و

تفرق در میان لشکر اسلام بطور سے افتاد کہ پیشکش محدود سے چند پیشکش نہ ملے اور اس کے حال میں قدم قدم پر بند علی
 بود عباس والی صفیان بن الحارث بن عبد المطلب و پس ابن عباس فقم و فضل و اس آئین زید و برادر و امین بن امین و عبد اللہ
 بن زبیر بن عبد المطلب و عقیل بن ابی طالب و چند سے دیگر از نیست۔ والو کو و دیگر ابن مسعود و نیز در میان ایشان بودند (۱) سے
 قولہ (العصہ چون مردم ہمہ پیشکش شد و آنحضرت علیہ السلام با چند سے محدود و برہائے خود ثابت ماند آنحضرت با عباس
 فرمود۔ یا بنی زین بریاد را و ندا کن و گو یا معشر الانفس یا صاحب السمری ممرہ نام حقیقی کہ مجاہد در پیر بیعت کو و در سخت آں
 و ایشان را اصحاب الشجر و اہل بیۃ الرنوان نیز گویند یا صاحب سورۃ لقہ مراد تعظیم اصحاب است کہ ایمان آورده اند بہ سورۃ بقرہ کہ
 اعظم سورۃ قرآن است۔ و عباس بنایت ہوا و الصوت بود و نیز در حضرت واقف نامی مقام آو و بلند اصحاب را بخاندانہ تا حاضر
 آمد یاراد چوں آواز عباس شنیدند جواب دادند و گفت یا لیلیک یا لیلیک و چنانکہ زہر بجانب المصوب خود رو یا بختراں یا گاداں
 بردار و خود بہتین نمایند۔ بطرف آواز عباس بشناختند و بعضی کہ مرا کہ ایشان را سیر سرعت بنی تو انت کہ در سلاح از بر انداختہ و از
 مرکب در دستہ خود را بر زمین انداختند و شتاباں با آنحضرت آمدند تا قریب بعد کس جمع آمدند و حملہ بر سر مشرکاں آوردند۔ و جنگ
 در پیوستند پس فرمود آنحضرت اللان حی الوطیس و طیس تنور گرم کہ نہادہ می شود و رو سے نان مثل زہ شد برائے شدت
 حرب و گرم شدن آں انتہی۔

۳۰۔ اس عبارت سے فواید جلیلہ حاصل ہوئے (۱) صحیح یہی ہے کہ اس قول کے قابل حضرت صدیق نہ تھے (۲) مسلمانوں
 کے متفرق ہو جانے کی وجہ یہ ہوئی کہ فافضلت میں آپ سے اور جگہ تنگ تھی۔ اس پر طرفہ ہوا کہ کفار تفرق ہو گئے۔ آپ کے
 ساتھ ہو گئے تھے۔ ان کے ساتھ اور نو مسلم بھی بھاگ نکلے۔ اس بھاگ جانے نے صحابہ کو اور پریشان کر دیا اور ان میں تفرق
 پڑ گیا۔ سو یہ تفرق اضطراری تھی نہ اختیاری۔ اور نہ اس کو عقلاً حبین و نامردی سے سروکار۔ یہی خیال کر لیجئے کہ حضرت خالد
 سیف اللہ رضی اللہ عنہ جن کی شجاعت اور بہادری نے ایک عالم کو حیرانی میں ڈال رکھا ہے۔ وہ وقت ایسا ہی کھٹن تھا کہ وہ
 بھی بقول بعض میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اور کیوں نہ ہو تیروں کی بارش میں شجاعت کیا کام دے سکتی ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے
 کہ آج کل کی توپ اور بندوق کے سامنے رستم کی بھی کوئی دال گل سکتی تھی۔ ہر ایک آدمی کہہ سکتا ہے کہ نیزہ و تلوار سے توپ و بندوق
 کا مقابلہ کرنا تو کشتی سے کم نہیں ہے۔ اور تیر بندوق سے کہیں کم ہے کہ الانحضری (۳) حضرت شخین رضی اللہ عنہم کو منسوب ہے
 فرار کرنا محض جھوٹ و افتراء ہے حضرت شعیبؑ ہے صدھم اللہ اعداھم لھم لجدلہ (۴) صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت
 عباس رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر بچو دھوکہ دوڑتے ہوئے آئے اور حاضر خدمت بنوی ہوئے اور پھر کمال شجاعت
 اور استقامت کے ساتھ لڑے جبکہ اللہ خیر اللہ جزا ان روایات صحیحہ و صحیحہ پر بھی اگر شیعہ نہ سمجھیں تو خدا ان
 سے سمجھے۔ قولہ تفسیر صفیادای تفسیر سیرہ کریمہ و دوم حنین (۱) فم و دینم مبرین۔ یعنی بروز حنین جب لشکر اسلام کی
 کثرت نے بیکو تعجب میں ڈالا۔ تو ہمارا تعجب بکا آدھ ہوا اور باوجود کثرت ادگی کے زمین تم پر تنگ ہوئی اور تم پہ پھیر

کر بھی گئے۔ **اقول** جب ہم روایات معتبرہ ثابت کر چکے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متعجبین میں تھے اور نہ بدین

میں پس بیٹھا وی کا اس کے خلاف لکھنا کوئی قابل اعتبار نہیں۔ بالینہ بیٹھا وی سے استدلال کی رسالت بھی دیکھ لیجئے

فے البیضاوی وحین وادین مکہ والطائف حارب فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلمہ والمسلمون وكانوا اثنتی عشر الفاً۔ العشرا لمدین حضروا فتح مکہ والغان الغاتمول الیہم من

الطلاق صوازن وتغییف وكانوا اربعة آلاف فلما التقوا قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والاکبر

او غیر من المسلمین لن تغلب الیوم من قلتہ اعجابا بکثرتہم واقتتلوا وقتا لا سغید اذ غاکلک

المسلمین اعجاب الیہم واعتمادہم علی کثرتہم فالنہزموا حتی بلغ فلم یکر ولیقی رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم فی کربن لیس معہ الا حمہ العباس یخبط بلجامہ وابن عمہ ابوسفین بن الحارث و

قناہیک لہذا استمادہ علی تناسی شجاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال لعباس رضی اللہ عنہ و

کان میتا بالناس فنادی یا عبد اللہ یا اصحاب الشجرہ یا اصحاب سورۃ البقر مکر واعنقا واحد

ل یقولون لبید لبید ونزلت الحمائم لیکرہ فالتقوا مع المشرکین فقال صلی اللہ علیہ وسلم

ھذا صین حمی الوطنیس فخر اخذ کف من کتاب فرما ہم ثم قال النہزموا ورب الکعبۃ

فالنہزموا انتھی ۳۱

اب واضح ہو کہ بیٹھا وی کی عبارت جس طرح مخالف روایات معتبرہ اہل سنت ہے اسی طرح بچند وجوہ بھی کن

سہوات باطلہ معترض و دیگر حضرات شیعہ ہے (۱) لن تغلب الیوم من مکہ اس کو بالنعین حضرت صدیق کا

مقولہ قرار دینا اور پھر اس کو بیٹھا وی کی طرف منسوب کرنا محض افتراء ہے (۲) بقول بیٹھا وی جس طرح شیخین

بھاگے جناب شجاعت مآب نے بھی اُن ہی کا ساتھ دیا۔ جہن جو بزم حضرت شیعہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا حصہ

تھا۔ اُس میں حضرت حیدر کرار بھی شریک ساوی نکلے (۳) اصحاب کبار لوگوں کی مال شجاعت خوب جان تو لو کر لڑائی

لڑے اور مافات کی تلافی پر یاحسن وجہ مستعد ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم ۳۲

(۴) فرشتے شریک جنگ ہوئے (۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسطحی لیکر کفار پر پھینکی اور قسم

کھا کر فرمایا کہ یہ بھاگ ہی چلے چنا پنے لیا ہی ہوا کہ وہ بھاگ گئے۔ اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ غرض یہ آپ کا معجزہ تھا۔

اُس میں جناب امیر کی شجاعت کو کوئی دخل نہیں پس اتنے بڑے معجزہ کو چھپانا احمد جناب امیر کو فخر قرار دینا مسلمان

کا کام نہیں ہے۔ اب سفینۃ النجات علی رضا شیرازی کی عبارت دیکھیے۔ تازی اور شیرازی دونوں کے سہوات کا

مقابلہ کیجئے ۳۳ وار تعصبات رسوائے حمزہ بیٹھا وی عنود آنکہ در سوتہ براہ و تفسیر و آیہ ویوم حنین اذما حجکم

کثرتکم بواسطہ اصلاح نامر وے و گربز خلفائے ثلاثہ کفہ در اں روز بغیر از عباس و ابوسفیان بن حادث کسے نزول

تھاندر۔ وپہچہ پندیشیدہ۔ از تہذیب رسول خدا کہ بالفاق و در حق امیر مومنان و سرور مردان فرمود۔ کہ از غیر فراتر کہ انک شہودے
دور و ظاہر است کہ اس قسم بہتائے گفتن بغیر از حقاقت و جہالت و عداوت موجب دیگر نذر اللہم اشروع ظلفایہ فر بن ابوبکر و
عمر و عثمان انتہی مختصر۔ ذرا بیک شیرازی کے غیظ و غضب کو ملاحظہ فرمائیے۔ اس دعا کے ساتھ اگر سیفاوی یا کسی اہل سنت
بلکہ کسی عاقل کو ہزار گالیاں بھی کوئی دے۔ تو عجب نہیں وہ اس کامکافات جس سلوک سے کرے۔ اللہم احتراغ الخلفا
الراشدین رمنی اللہ فہم اجمعین آمین علی رونا متقدم و متاخر و دونوں کے مہفوات دیکھنے کے بعد ان کی راستبازی
و مادی الکلامی میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے۔

شجاعت امام عادل نیچ کن اہل باطل نا صرین متین الذی یفسر من ظلمہ مردۃ الشیاطین رضی اللہ عنہ

قولہ ہر روز جنگ فذوق جب عمرو بن عبدود مقابلہ کو آیا تو حضرت رسول نے لشکر اسلام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کوئی ہے
جو اس کے مقابلہ کو نکلے۔ جب کوئی نہ نکلا تب حضرت رسول نے خاص کہ حضرت عمر کو کہا لیکن حضرت عمر نے صاف انکار
کیا۔ کہ مجھ میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ **اقول** حضرت عمر نے سمجھا ہو گا کہ بقول روافض جب جناب امیر ایسے
جبرائیل کے پر کاٹنے والے اپنی موت و حیات کو اپنے قبضے میں رکھنے والے باوجود اس کے کہ جناب رسالتا ب نے
تمام لوگوں کو عموماً مخاطب فرمایا۔ از راہ شیری و جو انہری صفت سے قدم باہر نہیں نکالتے اور عمر و عبدود ایسے قضائے
مہر کی طرف رخ نہیں کرتے پھر تو کیوں اپنی جان ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ یا انہم خود حضرت معترض ہی فرمائیں۔ کہ
جب خطاب عام تھا تو جناب امیر کے سکوت کی کیا وجہ ہوئی۔ اب واضح ہو کہ اس قصہ کا ثبوت کسی معتبر کتاب سے نہیں
ہوتا۔ اور یہ معترض نے یہاں کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ ہاں معارج النبوة میں یہ قصہ منقول ہے۔ مگر اس میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص حضرت عمر کو مخاطب کرنا اور ان کا منکر ہو جانا مذکور نہیں کما لا یخفی علی من نظر فیہ
بلکہ تارکذب و و منع خود معترض کی تحریر سے واضح ہیں۔ کیونکہ تین حال سے خالی نہیں یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم حضرت فاروق کو شجاع سمجھتے ہوئے یا نزول یا ان کی شجاعت و جہن دونوں سے خالی الذہن ہو گئے۔ گویا حضرت
عمر بالکل محمول الحال تھے۔ کہ آپ کو ان کی کوئی خبر نہ تھی بصورت اول فی الواقع بھی جناب فاروق مقصد بہمال شجاعت
ہو گئے۔ پھر ایسے بہادر کو ڈرنے اور مقابلہ سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ورنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی طرف باہمہ تجرہ غلط فہمی کو منسوب کرنا بڑے گاہ جس کی شجاعت مخفی نہیں۔ اور بصورت ثانی جب آپ حضرت
عمر کو بالکل بزدل اور نامرد سمجھتے تھے۔ تو پھر ایسے شخص کو ایسے بڑے قوی دشمن کے مقابلہ میں بھیجنا ادنیٰ عاقل

کا کام نہیں ہے چہ جائیکہ ایسا لغو فعل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے عاقل سے معاذ اللہ صادر ہو۔ اور صورتِ اخیرہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عمرؓ کی حالت سے بالکل ناواقفیت ہو یہ بھی آپ کے کمال فہم و فراست و عقل و ذکاوت سے منزلوں دور ہے۔ ایسا شخص جو فقر و بامیں برس سے ہمیشہ حضور و سفر و صلح و قتال و جنگ و جدال و جہاد میں شریک حال رہا ہو۔ اس کے حالات سے ایسے ناواقف ہوں۔ کہ آپ کو اس کی کچھ خبر نہ ہو۔ ہرگز یہی کسی عاقل کا کام نہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اکل الفہم و العقل کی طرف سے جکے فہم و فراست سے آگے عقل و فراست کا کوئی درجہ نہیں۔ ایسا باطل خیال کر سکے۔

عرض بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ ہرگز عقلاً و نقلاً کسی طرح یہ قصہ صحیح نہیں۔ ہاں ایک احتمال اور باقی ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حیلہ سے حضرت عمرؓ کا کام تمام کر دینا چاہا ہو۔ کہ یہ کسی طرح اس دشمن دین کے پاس جائیں۔ اور قرضیہ پاک ہو۔ مگر اس خیانت و تزویر کو منسوب بجناب رسول امینؐ کرنا غالباً حضراتِ شیعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ اور قبل اس کے جناب امیر و عمر بن عبد و جنس مرکی باہمی گفتگو کی کیفیت حمدِ جدیدی سے بخوبی واضح ہو چکی ہے کہ عمر و بن عبدود نے جناب امیر کو ایک اور معمولی شخص سمجھ کر آپ سے مقابلہ کرنے کو عار سمجھا۔ اور یہ کہا کہ تم تو سمجھتے تھے کہ ابوبکر یا عمرؓ میرے مقابلہ کو آئینگے نہ کہ تمہارے ایسے طفلِ ناز و سودہ کلہ۔ خیر اب بھی میدان سے پھر جاؤ۔ اور میرے مقابلہ کے لئے ان میں سے کسی کو لاؤ۔ غرض ان اشعار سے حضرت شیخین کا شجاعت و دلادری میں بھی مشہور نزدیک دور ہونا اچھی طرح ثابت ہو گیا۔ والفضل ما شہدت بہ اعداؤا و الحمد للہ علی ذلک

قولہ سال ششم ہجرت میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف لے گئے۔ تو مقام حبشیہ پہنچا کر فرمایا، ایک شخص کو قریش کے پاس صرف یہ پیغام بھیجا چاہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوائے حج کے اور کوئی دوسرا مطلب نہیں ہے۔ بعدہ آپ نے اس کام کیلئے حضرت عمرؓ کو کہا حضرت عمرؓ نے صاف انکار کیا اور کہا کہ قریش مجھ کو مار ڈالیں گے سیرۃ الفاروق ص ۲۵، **اقول**، معترض کی دمایات و ایمانداری تو اظہر من الشمس ہو رہی ہے۔ خیر یہاں بھی دیکھ لو سیرۃ الفاروق کی عبارت یوں ہے: "لیکن جب ان کا پہلا جوش رفع ہو گیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ قریش کے پاس جا کر ان کو فہمائش کرو۔ کہ تم جنگ و پیکار کا ارادہ نہیں رکھتے، وہ حج و عمرہ کرنے میں ہمارے مزارع نہ ہوں حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آنحضرت پر بخوبی روشن ہے کہ قریش مجھ سے کس درجہ عداوت، اور سخت دشمنی رکھتے ہیں۔ اور مکہ میں جی عدی حضرت عمرؓ کا قبیلہ میں سے کوئی نہیں ہے جو میری حمایت کرے لگائیں حضرت عثمان کا بھیجنا مناسب ہو گا۔ کیونکہ ان کا قبیلہ مکہ میں نہایت قوی و عزیز و اقارب موجود ہیں جو انکو قسمی تم کے فرض سے محفوظ رکھیں گے

درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انتخاب حضرت عمرؓ کا فرمایا تھا وہ اعراضِ سفارت اور پیغام رسانی کو کا حقدار اور
 بوجہ احسن ادا کرنے کے واسطے غالباً سب سے افضل تھا۔ لیکن قریش کی سخت عداوت جو حضرت عمرؓ کے ساتھ
 تھی۔ وہ ان کو براگینختہ کر کے ایک دوسرا مقدمہ درمیان میں کھڑا کر دیتی۔ اور معاملہ درہم برہم ہو کر اصلی مقصود فوت ہو جاتا حضرت
 عمرؓ کا رعب جو کچھ اب تھا وہ ان کی اپنی ہی ذات تک محدود تھا۔ کیونکہ قریش میں بنی عدی میں سے مکہ میں کوئی ذی امر شخص
 موجود نہ تھا۔ جو ان کی حمایت کرنا وہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے سے کسی طرح ڈرنے اور ہٹنے والے نہیں تھے مگر کسی
 نئے تکرار کے کھڑے ہو جانے سے مسلمانوں کے معاملہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کا قبیلہ یعنی بنی
 امیہ اس وقت مکہ میں سب سے قوی زور آور اور ذی رعب تھا پس اس اعتبار سے انہیں کا انتخاب مناسب تھا جس کو
 آنحضرتؐ نے بھی پسند فرمایا۔ اور حضرت عثمانؓ کو قریش کے پاس بھیجا، انتہی مختصراً۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں (۱) حضرت عمرؓ کے واقعی اور حکیمانہ انداز کو جس میں مسلمانوں کی سرسراخیز خواہی نظر
 منتی خوف سے تعبیر کرنا۔ اور پھر آپؐ کو منکر ارشاد نبویؐ سرار دینا عین غنا و کمال نادانی ہے (۲) حضرت فاروقؓ کا
 یہ عقول غلظہ مقبول طبع حضرت شافعؓ بھی ہو گیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ایسے عقول اور مقبول غلظہ پر اس قدر شور و
 شغب محض سفاہت ہے **قولہ** جنگ احد میں رسول اللہؐ کو تنہا چھوڑ کر جاگ گئے۔ **اقول** اسکے ساتھ ہی لعنۃ
 اللہ علی الکاذبین بھی کیوں نہ ارقام فرمادیا۔ اس سے شاید کسی کو آپؐ کی دیانت پر وثوق ہو جاتا۔ یا اس پر گرجہ اسکا جواب

۳۴

پہلے عرض کر چکا ہوں مگر کچھ اور لیجئے، تاریخ سیدوطی میں ہے قال النوی شہد عمر مع رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم المشاهد کلما وکان ممن ثبت معہ فی ما حدی انتہی اس الغالبہ میں ہے وقال ابن اسحاق
 وغیرہ من اهل السیر من شہد عبد الرحمن بنی عدی بن کعب عمر بن الخطاب بن نفیل لم یختلوا
 فیہ وشہد ایضاً احداً وثبت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی تصریحاً اس سیر کے مقابل میں
 اپنے ہنوت جا لانہ و متعصبانہ سے سرخروئی حاصل کرنے کی کوشش کرنا صراطِ مستقیم سے منزلوں دور ہے فہذا الجحد الحق
 الا الضلال **قولہ** جب خیر سے شکست کھا کر واپس شریف لائے **اقول** یہی کذب مروج ہے۔ چنانچہ مارج البوق
 سے ثابت ہو چکا ہے۔

شجاعت افضل النحسین سیدنا ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قولہ آپؐ کا کسی جنگ میں کاغذ لیاں کرنا یا شجاعت ظاہری یا باطنی دکھانا ظاہر نہیں ہوتا **اقول** اگر شجاعت کا

لے اس سے معلوم ہو کہ حضرت شیعہ ایک پہلے چلے رہے تھے چھپے حضرت عمرؓ گئے وہ حضرت امیرؓ کے موجود تھے تنہائی کیسی ۱۲ نہ غفرلہ

ملا کر شہرت قتل و قتال پر ہے۔ تو فوراً اپنے ائمہ معصومین کی خبر لیجئے۔ کیسے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کس مقام میں شجاعت دکھلائی۔ کتنی لڑائیاں لڑے۔ کتنے کافروں کو مارا۔ کچھ بھی نہیں۔ بلکہ اور خلافت راشدہ کو جسے جناب امیر نے خدا خدا کر کے تقدیروں پر حاصل کی تھی۔ اولاً بقول روان فض کا مریح یہ المجلسی فی قی القیقین حضرت عثمان کا خون ناحق اپنے سر لینے کے بعد جو ذری خلافت مخصوصہ سے (باوجودیکہ بعد غصب خلفاء ثلاثہ بموجب مذہب شیعہ آپ کو اختیار کرنا جائز نہ تھا) آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ جبٹ پٹ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر کے آرام سے گھر چھڑے رہے جسکی وجہ سے امام حسین حب روایات شیعہ فرمایا کرتے تھے خلافت دینے سے ناک کٹوانی بہتر تھی۔ چنانچہ کشف الغمہ وغیرہ کتب امامیہ میں نزع خلافت امام ثانی کی نسبت امام ثالث کا قول یوں مرقوم ہے لَوْ جَزَّ الْفَنَى لَكَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا فَعَلَهُ أَخِي أَوْ بِيحَارِي أَمَامَ مَظْلُومٍ كَوَاسٍ كَصَدْرِي كَيَوْمَ نَهَوْتُ بَابَ كَيْسِ بْنِ كَيْسٍ أَرَزُو تَمَنَّا كِي حَاصِلِ كَرْدِهِ جِزِي كُو۔ بلا لڑے بھڑے خاک میں ملادیا۔ اگر خوبار خلافت کے متمحل نہ ہو سکتے تھے۔ تو چھوٹے بھائی کے حوالہ بھی نہ کر دیا۔ اسی طرح امام زین العابدین و دیگر ائمہ ابعد سے رضوان اللہ علیہم جو باتفاق شیعہ ائمہ مفروض الطاعنہ تھے کون سی شجاعت ظاہر ہوئی۔ اور کس جگہ دشمنوں کو مارا بھگایا۔ کون سا ملک فتح کیا۔ پس اگر شجاعت سر کٹوانے کا نام ہے اور اسی شجاعت پر مدار خلافت۔ تو اب ذرا بھی شبہ نہیں کہ جناب امیر کے بعد متقی خلافت جناب حسین رضی اللہ عنہ کو کہنا چاہیئے، بیچ میں حضرت سبط اکبر کیسے کود پڑے۔ عرض حضرت عثمان کو الزام دینا الشیع کا خاتمہ کرنا ہے (خدا پہچوں کند) علاوہ اس کے حضرت عمر کی شجاعت و جوانمردی مخفی نہیں۔ دیکھو ان کے ایمان لاتے مسلمانوں کو اظہار شعار اسلام کی جرأت ہو گئی، اور کافروں کی کریم ٹوٹ گئیں۔ جب کو ہم پہلے بروایات شیعہ ثابت کر چکے ہیں۔ حکم کھلا مکہ سے ہجرت کر چلے۔ اور کسی نے ان کے مقابلہ کی جرأت نہ کی، وغیرہ فلک من الروایات، اور پھر باوجود اس قوت و شجاعت کے بحسب اقرار مقرر پیغام رسانی کے لئے آپ کو مکہ جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ مگر ایسے خوف کے وقت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کمال شجاعت سے کام لیا۔ اور غلبہ کفار و هجوم اشترار کا کچھ خوف نہ کیا۔ اور مکہ جا کر کا حقہ حسب ارشاد نبوی انجام دیا۔ پھر اب شجاعت کہہ سکتے ہیں۔ اور حضرت عثمان کا مکہ جانا بھی سلم عندا خصم ہے۔ کیا سبجی انشاء اللہ۔ اور شیعوں کو حضرت افضل تختین کی شجاعت و برادری کا اسی سے یقین کر لینا چاہیئے کہ آپ کی خلافت میں بھی حضرت شیر خدا کی عمر شریف نقیہ ہی میں کٹی۔ باوجودیکہ حسب زعم شیعہ نعوذ باللہ قرآن محرف ہو گیا۔ مگر مہابت عثمانی کے آگے آپ کی زبان مبارک سے کوئی کلمہ الحق کبھی نہ نکلا ہمیشہ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ بلکہ اپنی نمازوں میں بھی وہی محرف قرآن پڑھا کئے مگر کبھی نہی عن المنکر کی جرأت نہ ہوئی۔ خلافت فاجرہ (زعم روان فض) کے غیبت کا احترام مال ہمیشہ مزے سے کھاتے

اڑاتے رہے۔ پس ایسے شخص کو جس سے حضرت شیر خدا تک ڈریں منہم بچیں کرنا کمال بے حیائی ہے۔ اور پہلے کتب
توازیخ سے ہم یہ بھی ثابت کر آئے۔ کہ جب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے وہاب
تقریر خلیفہ مشورہ لیا۔ تو آپ نے بھی ایسی مشورہ دیا۔ کہ میری رائے حضرت عثمان کی طرف ہے۔ تو کیا آپ کو عالم ماکان
ویکون ہونے کے باوجود اسکی خبر نہ تھی کہ حضرت عثمان میں خلیفہ ہونے کی قابلیت ہے یا نہیں۔

اب فریقین کی دو ایک روایتیں جو شجاعت عثمانی کا بین ثبوت ہیں۔ سن لیجئے۔ امام وہبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الحفاظ
میں حضرت عثمان کی نسبت لکھتے ہیں وکان من جمع بین العلم والعمل والصیام والتجود والاقتاد
والجہاد فی سبیل اللہ وصلۃ الارحام ففاج الله الرفضة انتی، جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر شجاعت
کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے، صاحب اصابہ سعید بن زبیر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔ وقال سعید بن
حبیب کان مقام ابی بکر وعمر و عثمان وعلی وسعد وسعید وطلحہ والزبیر و عبد الرحمن بن
عوف مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم واحد کانوا امامہ فی القتال وخلفہ فی الصلوۃ اخرجہما
البخاری ومسلم وغیرہما انتہی۔ اس سے بڑھ کر خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے علوم مرتب وکمال شجاعت کی اور کن
دلیل ہو سکتی ہے۔ فحرم اللہ من النصف ولم یعسف۔

اور ابن شہیم بحرانی شیعہ شارح نہج البلاغۃ جو بقول علی رضا شیرازی علیہ السینحۃ شیخ الموحیدین تھے۔ اپنی شرح
کبیر میں یوں لکھتے ہیں وما یؤید ذلك ان اکثر المخلق متفقون علی ان امراء بنی امیۃ کانوا فجارا عدا
رجلین او ثلثۃ کعثمان وعمر بن عبد العزیز وکان الفی یجمع بھم والبلا دتفتح والشعوب الاسلامیۃ
محروسہ والسبیل امنہ والقوی ماخوذ بالضعیف ولہ فیہم جوہرہم شیعۃ فی ثلاث الامور رھدایات
الوشید المعوم نہیں باوجود ان فضائل کے جن کا فاضل بحرانی مقرر ہے۔ پھر ان کے ظالم ہونے کے کیا مضامین۔ ہاں!
ابن سبائی خیالات کے موافق اس معنی کو شاید ظالم کہا ہو۔ کہ چونکہ خلافت کے مستحق دراصل جناب امیر و دیگر آل فاطمہ
تھے۔ اور حضرت عثمان نے خلافت سے جناب امیر کو محروم رکھا۔ اور عمر بن عبدالغیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس خلافت
کو اور اولاد فاطمہ کے حوالہ نہ کیا۔ باہیں ہم آپ کے فاضل بحرانی کی اس تقریر سے حضرت ذوالنورین کی شجاعت
بخوبی ثابت ہو گئی۔ واللہ ینصہ من یشاء الی اصراط مستقیم **قولہ** جنگ احد سے حضرت رسول کو تنہا چھوڑ
کر بھاگ گئے۔ اور تین دن غائب رہے **اقول** جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل تنہا رہ گئے اور جناب امیر

۱۷ ترجمہ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ سعید بن قاصؓ طلحہؓ زبیرؓ عبدالرحمن بن عوفؓ ان سبکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شان تھی
جگ میں حضورؐ کے آگے آگے ہوتے تھے اور نماز میں آپ کے پیچھے یہ میں۔ اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ ۱۷

تک پہلے چلے گئے تو پھر حضرت عثمان پر کیا اعتراض ہے۔ اور تفصیلی جواب پہلے گزر چکا ہے **قولہ** وقت صلح حدیبیہ جب مکہ گئے تو تین دن غائب رہے **قول** بے شک ابن سبا کی روح اب بہت خوش ہوئی ہوگی کہ اس کی سنت کو جاری کرنے والے بتیرے ہو گئے۔ بلکہ تحریف و دغا بازی میں اس سے نمبر لے گئے۔ اب اہل فہم اس دشمن عقل کی حالت دیکھیں۔ اصل قصہ یہ ہے جب کوہم کچھ پہلے سیرۃ الفاروق سے بھی پہلے لکھ چکے ہیں کہ جب حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اہل مکہ کے پاس پیغام بیکر بھیجا وہاں مشرکین نے انکو پکڑ لیا۔ اور یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ کفار نے حضرت عثمان کو شہید کر ڈالا آپ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ اور تمام مسلمانوں سے جہاد کی بیعت لی گئی۔ چنانچہ مدارج النبوة میں حضرت عمرؓ کے عذر کا تذکرہ کر کے لکھا ہے "پس عثمان رضی اللہ عنہ لغزومہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ مکہ شد و در منزل ملحد مشرکان رسیدہ پیغام آنحضرت را با نشان رسانید و کفار برہان حمل و تعصب خود مصر و مستمر کہ امکان ندارد کہ محمد را بگذاریم کہ زیارت بیت اللہ کند پس ابان بن سعید بن العاص عثمان را بتجیل تعظیم نمودہ بر مرکب خویش نشان داد۔ و خود روایت شد و عثمان را بکہ برد۔ ذوالنورین پیغام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم با بوسفیان و جمعی از ضادید قریش کہ با قوم بیروں بنیادہ بود رسانید و ایشان را نیز درین سخن با قوم موافق یافت، خواست کہ مراجعت نماید پس برائے نگاہداشت خاطر عثمان گفتند کہ اگر خاطرت بخوابد بخیر و طواف کن۔ عثمان گفت رضی اللہ عنہن طواف نمی کنم تا رسول خدا طواف کند، مشرکان ازیں سخن عثمان درہم شدہ و خوشم آمدہ عثمان را رخصت انصراف نہادند و گویند کہ چون عثمان بکہر و اس شدہ یاراں میگفتند خوشنا وقت عثمان کہ بکہ رفت و زیارت خانہ کعبہ خواہد کرد۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمود گمان من عثمان آنست کہ بے طواف نہ کند مصمّم فردوس چہ کار آید گر یار نباشد، و چون مدت اقامت عثمان رضی اللہ عنہ در مکہ بطول انجامید در میان لشکر اسلام خبر انتشار یافت کہ عثمان را باڈہ نفر و گیکہ کہ بکہ رفتہ بودند اہل مکہ بقتل رسانیدند آنحضرت ازیں خبر بسیار بطول شد۔ پس نشت مبارک بہ درخت نما و صحابہ را بہ بیعت دلالت کرد کہ ثابت قدم باشند۔ و اگر جنگ واقع شود روئے نہ گردانند، انتہی بقدر الحاجتہ پس اس ناخر و غلبوت کو مدت پر محمول کرنا نہایت بے شرمی کی بات ہے لآحول ولا قوۃ الا باللہ اسی طرح بعض احمقوں کا بیعت و ضوان میں حضرت عثمان کی عدم موجودگی پر اعتراض کو نا کمال غیبات ہے۔ ان دشمنان عقل و فہم کو اتنی سمجھ نہیں کہ اگر حضرت عثمان موجود رہتے تو پھر بیعت و ضوان کی نوبت ہی کیوں آتی حضرت عثمان ہی کے واسطے تو یہ سارا قصہ پھیلا تھا۔ حق سبحانہ عام مسلمانوں کو ایسے اہل مکروفاؤ کے شر سے بچائے۔ اور ان کو بھی ہدایت فرمائے۔ **قولہ** مجھے سخت تعجب ہے کہ علاوہ صفات باطنی کے فضائل مندرجہ نمبر نہاد یعنی شجاعت و نمبر ہم یعنی رسول خدا کا سچا دوست ہونا، و نمبر ہ یعنی شریعت کا عالم باعمل ہونا، باغبان دنیا خلیفہ رسول کے لئے ضروری ہیں۔ پس ان صفات میں بھی حضرت علی افضل تھے۔ تو پھر علمائے

اہل سنت کس دلیل سے کہتے ہیں کہ حضرت علی صرف بوجہ قرابت کے فضیلت رکھتے تھے۔ اور اور اعتبار سے خلفائے ثلاثہ حضرت علی سے افضل تھے۔ ہم حیران ہیں کہ اب اور اعتبار کس چیز کا نام ہے **اقول**، اہل فہم و انصاف جنہیں سنا ہے جوابات سابقہ سے مذہب اہل سنت کی خفائیت اور حضرات شیعہ کا مکر و فریب ثابت ہو چکا ہے۔ ان کو شیعوں کی فہم و تدبیر پر تعجب ہونا ہو گا۔ کہ یہ لوگ اپنے مذہب کو فقط جھوٹ و افتراء ہی سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ناواقفوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ پھر جس مذہب کے ثبوت کا مدار مکر و فریب پر ہو اس کی حقیقت و راستی معلوم، دینا لا تنزع قلوبنا بعد اذھد دیننا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب امین، ابایں ہم اس ہن ترانی کا جواب بھی سن لیجئے۔ اگر عالم با عمل ہونا بھی ضروری ہے۔ اور علم کے ساتھ عمل کی بھی حاجت ہے۔ تو بتلائیے جناب امیر تھے خلفائے ثلاثہ کی کیوں بیعت کی اور ہمیشہ ان کے تتبع بنے رہے اپنا مذہب کبھی ظاہر نہیں کیا۔ خلفاء کے کچھ پیغمبر نہیں پڑھا کئے۔ سارے معاملات دینی و دنیوی خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے موافق کرتے رہے۔ تو اب وہی صورتیں ہیں۔ یا تو خلافت ثلاثہ کو حق کہو۔ اور اس وقت کے سارے معاملات کو حق جانو۔ یا جناب امیر کو عالم بے عمل بلکہ بد عمل مانو۔ اور قابل خلافت نہ سمجھو۔ لقیہ کا عد بھی بد عملی کا دھبہ نہیں مٹا سکتا۔ حالانکہ یہ غدر خود ہی از قبیل غدر گناہ بزرگ گناہ ہے۔ چنانچہ بحث لقیہ میں معلوم ہو گا۔ بلکہ لقیہ سے توشجاعت کا دعوے بھی خاک میں ملجا ہے۔ اور جب اتباع اور عمل نہیں، تو محبت کا دعوے بھی دھوکے کی ٹٹی ہے حق سبحانہ تو آیتہ کریمہ قل ان کلمۃ تخبون اللہ فانتعونی میں اتباع کو محبت کی شرط قرار دیتا ہے۔ تقسیم کے طفیل جب متابعت ماتہ سے جاتی رہی۔ تو محبت بھی گئی۔ کیا محبت کے یہی معنی ہیں کہ لوگوں کے خوف سے مخالفت محبوب کو اپنا شیوہ بنا لے۔ اور محبوب کے لئے جان نثاری و جان بازی کو پاس ٹھیکنے نہ دے حالانکہ ان المحب لمن یحب مطیع مشورات ہے۔ غرض جناب امیر نہ توشجاعت میں پورے اثر سے نہ محبت و اتباع شریعت کی جانچ میں پھیرے، اس پر خلافت بلا فصل کا دعوے، نعوذ باللہ

جست حلم و تحمّل

حلم سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ وجہہ

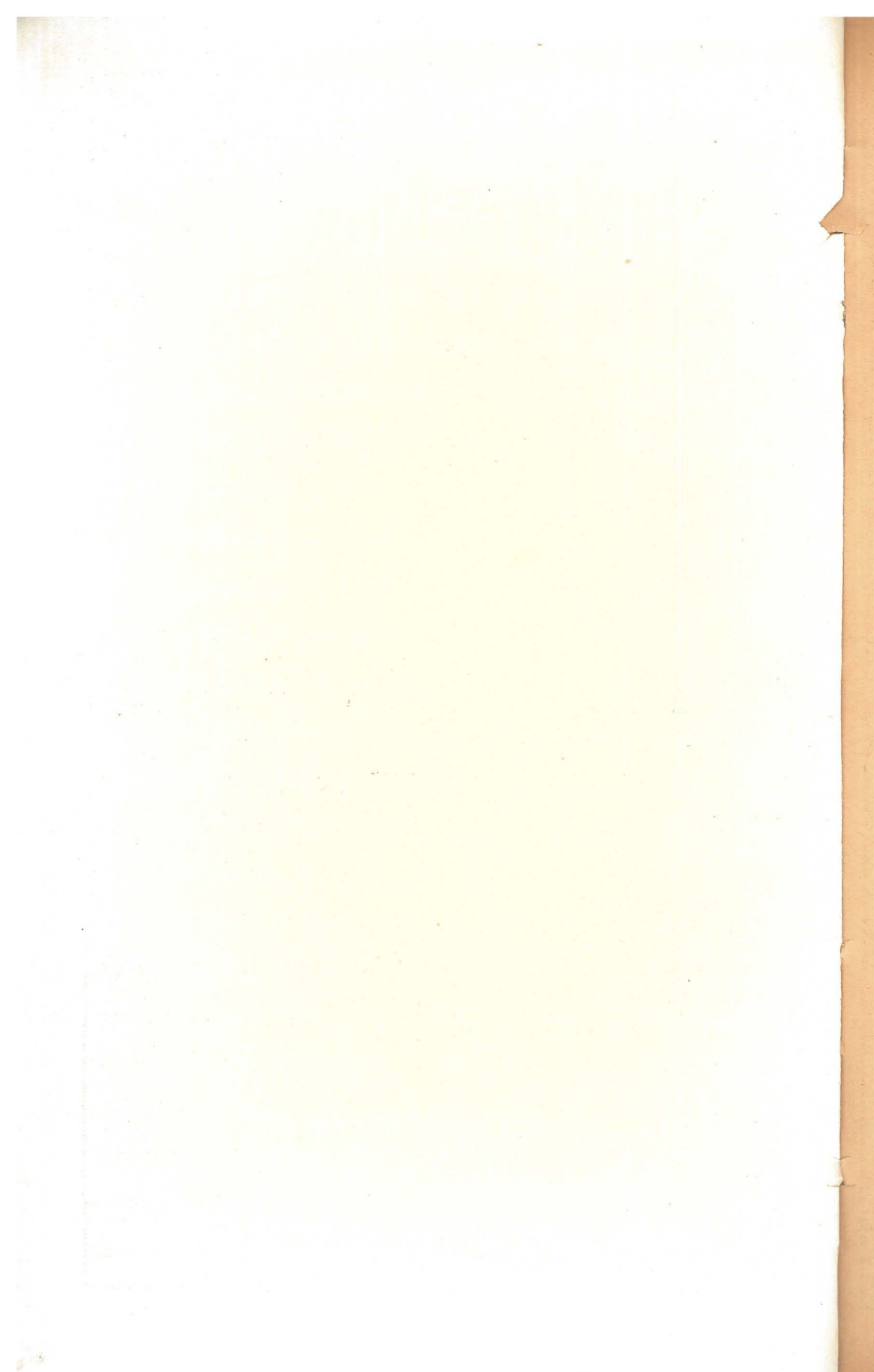
قولہ، مشہور ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ایک وقت جہاد میں ایک کافر کے قتل کو جو مستعد ہوئے۔ تو اس نے حضرت کے روئے مبارک پر ہتھوک دیا۔ حضرت نے فوراً اس کو چھوڑ دیا۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں جہاد قرینۃ الی اللہ کرتا تھا۔ پس اگر میں بعد اس بے ادبی کے اس کو قتل کرتا۔ تو میری نفسانیت پر محمول ہوتا۔ **اقول** اللہ بہت شکوائہ معیم فضائل واقعہ جناب امیر کے ذریعہ بھی منکر نہیں۔ اور متعرض نے یہ کون سی بڑی تعریف لکھی کتب اللہ

کو دیکھو کہ حضرت شیر خدا کے فضائل جلیلہ و مناقب جمیلہ سے بھری پڑی ہیں۔ جنکے مقابل میں اس وصف کو آفتاب و زورہ کی بھی مناسبت نہیں۔ جناب مرتضوی کی تو بڑی شان تھی۔ ادبیائے امت کے احوال کتب الہست میں ملاحظہ فرمائیے۔ اہل ایمان کا دل بے ساختہ ہی چاہیگا۔ کہ ان کے صدق و اخلاص کے قربان ہو جائیے رحمہم اللہ تعالیٰ و علیہما رحمہم علیہ و کرمہ (۲) سب سے زیادہ تو آپ کے بیان کا جھوٹ مشہور ہے۔ پھر ایسی شہرت کا کیا اعتبار۔ اور طرفہ یہ کہ کسی کتاب کا حوالہ تک نہیں (۳) یہ روایت تو دشمن دانا بہ از دوست نادان کا مضمون یاد دل رہی ہے۔ افسوس یہ مدعیان و لائے اہلبیت تعریف بھی ایسی کر ٹیگے۔ جو سراسر منقصت ہو۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ حق سبحانہ آیتہ کریمہ محمد رسول اللہ و الذین معہ استلذذ علی الکفار و جماعہ فیہم میں صحابہ کرام کی تعریف شدت علی الکفار کے ساتھ فرماتا ہے۔ تو جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو بھی اسکے ساتھ متصف ہونا چاہیے۔ حالانکہ اس قصہ کے بموجب حضرت امیر مختص ایک بے اصل توہم پر کافروں کے قتل سے جو ان کی شہادت علی الکفار کا حسب آیتہ قرآنی مقتضی تھا باز رہ گئے اور خدا و رسول کے دشمن کو چھوڑ دیا۔

علاوہ اس کے ایسا خیال و حوال سے خالی نہیں۔ یا تو آپ کے مخلصوں کو ہوتا۔ یا مخالفین کو مخلصین کو تو ہونیں سکتا۔ اس لئے کہ جب ان کی ادلتے اونٹے بانوں پر اس قسم کہ سو وطن آپ کے ساتھ پیدا ہو۔ تو ایسے ظالم کو سوسلام۔ اور مخالفین کے اہتمام سے وہ کسی صورت میں نہیں بچ سکتے۔ وہ اس وقت بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے یہ کام فقط اپنا اخلاص بتانے کو کیا۔ چنانچہ خود ہی اپنے منہ سے ظاہر بھی کر دیا۔ بلکہ ان کی ساری بہادری محض بہ نیت شہرت و نام آوری تھی۔ یوں زبانی دعویٰ اعلاء کلمتہ اللہ کا جو کچھ کیا جائے۔ چنانچہ دیکھ لو شیعیہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے تمام سامعی جمیلہ کو اسی طرح منافقانہ فرماتے ہیں۔ اور طابقی النعل بالنعل فارج و نواصب جناب امیر کرم اللہ وجہہ کو خارج از ایمان ٹھہراتے ہیں لعنہم اللہ و سود و جہہم غرض مخالفین کے شہادت سے کبھی منفرب نہیں۔ احتمالات زیادہ سمعہ وغیرہ تمامی اعمال میں جاری ہو سکتے ہیں۔ تو چاہئے مسلمان کوئی کار خیر نہ کرے۔ استغفر اللہ بلکہ ایسے موقع میں اپنی برت اور رفع الزام کا خیال آنا۔ اور اس وہم پر دشمن دین کو چھوڑ دینا اخلاص اور ولایت کے خود منافی ہے۔ کمالی خفی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرات شیعہ کا اس قسم کی روایات نقل کرنا جس سے دراصل منقبت کے بدل منقصت جناب ولایت مآب کی ثابت ہوتی ہیں سب کی روح کو خوش کرنا ہے۔ قولہ ایک روز حضرت علی علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک عورت پیٹھ پر مشک رکھے چلی جاتی ہے۔ اور کچھ حضرت ہی کی شکایت کر رہی ہے حضرت نے فوراً مشک اپنے دوش پر لے لی۔ اور وجہ شکایت دریافت کی۔ تو اس عورت نے کہا کہ میرا خاوند جہاد میں مارا گیا۔ اور حضرت علی میری خبر نہیں لیتے۔ حضرت علی مشک لے اس کے گھر گئے۔ اور کہا جو خدمت میری تعلق کرو میں کروں گا۔ ضعیفہ نے کہا کہ کھانا پکاؤ۔ اور بچوں کو بہلاؤ۔ حضرت علی خود تنور روشن کر کے روٹیاں لگا سنے

لگے۔ جب دھواں حضرت کے چشم مبارک تک پہنچا۔ تو حضرت نے فرمایا ذق یا علی، اس پر بھی تنور سے علیحدہ نہ ہوئے۔ تا آنکہ روٹیاں پکائیں اور بچوں کو کھلائیں۔ بعدہ ایک مومنہ اس ضعیفہ کے گھر آئی۔ اور کہا ارے تو نے کیا غضب کیا۔ امیر المؤمنین سے ایسی خدمت لی یہ تو امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ہیں۔ یہ سن کر وہ ضعیفہ بہت ہشیمان ہوئی اور آپ سے قصود معاف کر لیا **اقول** ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خصائل شریفہ و فضائل بنیقہ کے ہرگز منکر نہیں پھر ایسی روایتوں سے میرے مقابل میں احتجاج خالی از حاققت نہیں ہے۔ ہم آپ کی شان کو اس سے اعلیٰ و ارفع سمجھتے ہیں (۲) کتب معتبرہ سے ثابت کرو و دونہ خط الفتاویٰ (۳) ہم حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ اولاً نقل کر کے دونوں واقعات میں تقابل کرینگے اس کے بعد اہل انصاف جسکو چاہیں افضل کہیں سیرۃ الفاروق^{۱۴۶} میں ازالتہ الخفا سے منقول ہے کہ ایک دفعہ جب شام سے واپس آ رہے تھے۔ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ اپنے ہمراہیوں سے علیحدہ ہو کر ادھر ادھر لوگوں کا حال دریافت کرتے ہوئے پھر رہے تھے۔ کہ ایک بڑھیا کے چھوٹے میں داخل ہوئے۔ اور اس سے باتیں کرنے لگے۔ اس عورت نے پوچھا کہ اسے شخص عمر کا کیا حال ہے آپ نے جواب دیا۔ کہ وہ شام سے واپس آ رہا ہے۔ بڑھیا نے کہا خدا میری طرف سے اُسے خزانے خیر دے حضرت عمرؓ نے پریشان ہو کر پوچھا کہ کیوں؟ اُس نے جواب دیا کہ جب سے وہ والے ملک ہوا ہے مجھے کچھ فلیفہ اور عطیہ نہیں دیا۔ آپ نے کہا کہ اس کو تیرا حال کیوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ تو تنہا جنگل میں اس مقام پر رہتی ہے اس نے جواب دیا کہ سبحان اللہ وہ لوگوں میں گھومے اور میرا حال نہ جانے۔ خوف خدا سے حضرت عمرؓ کے آنسو نکل آئے اور اپنے حال پر افسوس کرنے لگے اور اس بڑھیا کو کہا۔ کہ تو اپنی مشکلات کو کتنی رقم کے عوض چینا جانتی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ اے بندہ خدا مجھ سے کیوں سنہی کرتا ہے اپنے جواب دیا۔ میں مسخری نہیں کرتا۔ سچ کہتا ہوں۔ دیر تک اس سے باتیں ہوتی ہیں۔ آخر بچپس دینار مقرر ہوئے اسی حال میں حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ بن مسعود رضی اللہ عنہما آگئے اور السلام علیک یا امیر المؤمنین کہا۔ وہ عورت امیر المؤمنین کا نام سن کر چونکی۔ اور اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر ہشیمان ہونے لگی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کوئی ڈر کی بات نہیں اور پچیس دینار اس کو دے کر اور رضی کر کے چلے آئے۔

(۱) اب اہل نعم و تدین ان دونوں قصوں کے ان دو جملوں کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور آپ سے قصود معاف کر لیا اور حضرت عمرؓ نے کہا کوئی ڈر کی بات نہیں۔ اور پچیس دینار اس کو دے کر اور رضی کر کے چلے آئے۔ اول جملہ سے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت امیر نے اس عورت کا قصود سمجھا۔ مگر غایت رافت جلی سے اس کو معاف فرمایا جنگل حضرت فاروق اکبرؓ کہ آپ نے خود اس سے معافی چاہی۔ بے شک تخیل اس کا نام ہے (۲) جناب ترمذی کی



egd. No. L. 2650.

March, 1939.

Printed at the Manohar Press, Sargodha by M. Zahur Ahamad Bugwi,
Editor & Printer and Published by him from the Office of
"Shams-ul-Islam", Bhera.
